

جلد نمبر
27

عمران سیریز

جونک اور ناگن

93 - سہ رنگی موت

94 - متحرک دھاریاں

95 - جونک اور ناگن

96 - لاش گاتی رہی

ابن صفی

عمران سیریز نمبر 95

جونک اور ناگن

(تیسرا حصہ)

پیشترس

ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے احمد پور شرقیہ اور اُس کے نواح کے بھتیجیوں نے..... میں نے اُن مزاح نگار صاحب کو ایک مناسب مشورہ دیا تھا۔ کیونکہ اُن میں ایک اچھا مزاح نگار بننے کی صلاحیت نظر آئی تھی۔ مزاح نگار تو مزاح نگار ہی ٹھہرا۔ بہر حال اب وہ میری ڈاڑھی میں تنکے تلاش کر رہے ہیں اور بھتیجیوں کو تاؤ آرہا ہے۔ مسخرہ پن پر ہنستے ہیں بھتیجو! تاؤ نہیں کھاتے اور پھر میری محبت میں اُس اخبار کی تعداد اشاعت کیوں بڑھا رہے ہو۔ خبردار!..... اب ”تراشے“ مت بھیجنا..... ویسے اُن صاحب سے کہو کہ کہیں سے ایک ہی جملہ عمران کے کسی جملے کے مماثل لا کر دکھائیں اور کونن ڈائیل کے کرداروں کی پیروڈی والی بات تو خالص ”مسخرہ پن“ ہے۔ زور سے قہقہہ لگاؤ۔ میرے کہنے سے ہنس دو۔ تاکہ مزاح نگار کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ یہ بیچارے دو عدد صفحات ”جواب الجواب“ کا اکھاڑا بننے کی سکت نہیں رکھتے۔ لہذا خود ہی سمجھ بوجھ لیا کرو۔ مجھے کچھ نہ لکھا کرو۔ ”میاں چنوں“ کے بھتیجیوں سے بھی یہی گزارش ہے۔

پائرس (یونان) سے ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ وہ پاکستان سے میری کتابیں منگواتے ہیں۔ انہیں شکایت ہے کہ سوا دو روپے کی کتاب پر پندرہ روپے ڈاک خرچ لگ جاتا ہے۔ اُن کی بیگم صاحبہ نے انہیں آخری کتاب ”فرشتے کا دشمن“ بھجوائی تھی اور لکھ بھیجا تھا کہ اب اتنا زر کثیر صرف کر کے کتاب نہیں بھیجی جاسکتی کیونکہ یہاں آئے دن سالگرہوں پر تحفے بھی دینے پڑتے ہیں۔ بیگم صاحب کی شکایت لکھنے

کے بعد مجھ سے پوچھا ہے کہ آخرا ب کیا تدبیر کی جائے۔ بھائی اس کے علاوہ اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے کہ سالگرہیں بند کرادی جائیں اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ حکومت سے درخواست کی جائے کہ پنشن کی کاشت کو غیر قانونی قرار دیکر میرے سمندر پار والے قارئین پر احسانِ عظیم فرمائے۔ نہ ”چھولے“ ہوں گے اور نہ سالگرہیں ہو سکیں گی..... خود مجھے بھی اچھا نہیں لگتا کہ پچاس روپے کا تحفہ لے کر جاؤں اور چھولے کی ایک مرچوں بھری پلیٹ زہر مار کر کے منہ پیٹتا ہوا گھر واپس آؤں اور اس کے بعد ”ڈاکٹر صاحب“ اپنا ”حق“ الگ طلب فرمائیں۔ بس تو پھر ”تحریک“ شروع کر دیجئے! میں بھی محفوظ رہوں گا..... اور آپ کو کتابیں بھی پہنچتی رہیں گی اور ہاں کتابیں لیٹ بھی نہیں ہوں گی۔

ضروری نوٹ! (راز کی بات) ”سالگرہ بھی چھولے کی پلیٹ“ کی وجہ سے لیٹ ہو جاتی ہیں۔ ویسے یہ کتاب چونک اور ناگن اس لئے لیٹ ہوئی ہے کہ اسے لیٹ ہونا ہی چاہئے تھا۔ کبھی کبھی چھٹی کرنے کو بھی دل چاہتا ہے! یہ بھی شاید غلط کہہ رہا ہوں۔ بات دراصل یہ ہوئی کہ ایک دن عمران ہی کے بارے میں سوچنا چلا جا رہا تھا۔ اچانک اُس کا ایک جملہ ذہن میں آیا اور مجھے راہ چلتے ہنسی آگئی۔ آس پاس کے راہ گیر چونک کر متوجہ ہو گئے۔ بڑی شرمندگی ہوئی۔ تہیہ کر لیا کہ اب لکھوں گا ہی نہیں۔ کئی دن تک نہیں لکھا پھر سوچا اگر لکھنا چھوڑ دیا تو اس قابل بھی نہ رہ جاؤں گا کہ لوگ سالگرہوں پر مدعو کر سکیں۔ آخر جھک مار کر کتاب مکمل کرنی پڑی۔ لیکن وہ جملہ ہرگز نہیں لکھا جس پر ہنسی آئی تھی اور سر راہ شرمندہ کر گئی تھی۔

والسلام
ابنِ صفی



سردار گڈھ میں موسم کی پہلی ہی برف باری نے پچھلے کئی برسوں کا ریکارڈ توڑ دیا تھا.... جگہ جگہ برف کے تودے نظر آرہے تھے۔ سڑکوں سے برف ہٹائی جا رہی تھی.... ہوٹل انٹرنیشنل کے سامنے کیپٹن فیاض کو جم غفیر نظر آیا۔ لوگوں کے ہاتھوں میں بڑے بڑے نیپے تھے۔ اور وہ ایک موٹی سی خون کی لکیر کے آس پاس کی برف ہٹا رہے تھے۔ اور پھر انہوں نے وہاں سے ایک لاش نکالی۔ فیاض تیزی سے آگے بڑھا تھا۔ بھیڑ کو ہٹاتا ہوا لاش تک جا پہنچا اور پھر اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ کیونکہ یہ عمران کی لاش تھی.... عمران.... کی.... لاش۔

وہ بت بنا کھڑا رہا۔ روزالی مہندس کے مشورے کے مطابق روزانہ عمران کی تلاش میں نکلتا تھا۔ روزالی کا خیال تھا کہ وہ بھی سردار گڈھ ہی میں موجود ہے۔ لیکن فیاض کے سامنے نہیں آتا چاہتا.... اُس نے فیاض کو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر عمران مل جائے تو وہ اُسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے گی.... لیکن عمران.... اب کیا ہوگا....؟

ایک گھنٹی گھٹی سی چیخ فیاض کے حلق سے نکلی تھی اور وہ وہاں سے دیوانہ وار بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کے پیر زمین پر نہ پڑ رہے ہوں.... ہوا میں اڑ رہا ہو۔ کسی نہ کسی طرح روزالی مہندس کی کوٹھی تک پہنچا تھا۔ عجیب سی وحشت ذہن پر مسلط تھی۔ ساری کوٹھی میں دوڑتا پھرا۔ روزالی کی تلاش تھی۔ جلد از جلد اُسے عمران کے انجام سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا!

بالآخر اُس کی خواب گاہ کے سامنے آکر.... صرف یہی کمرہ دیکھنے کو باقی رہا تھا۔ اُس نے گھومنے والے بینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ پہلے دستک دیتا لیکن اس وقت اُسے اُس کا ہوش کہاں تھا۔ جلد از جلد کسی کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ چیخ چیخ کر

کہنا چاہتا تھا کہ اب اُس کی زندگی میں کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا تھا اور خواب گاہ میں داخل ہو گیا تھا۔

روزانی جو خواب نظر آئی۔ پیروں سے گردن تک چادر اوڑھے ہوئے۔ چہرہ نکلے پرایسا لگ رہا تھا جیسے پورا چاند اپنے ہالے میں براجمان ہو۔!

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور مضطربانہ انداز میں اُسے آوازیں دینے لگا۔....! اُس نے آنکھیں لیں۔ پلکیں اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔ پہلے تو حیرت کے آثار آنکھوں میں نظر آئے تھے۔! ہریک بیک بھڑک اٹھی تھی۔

”تمہیں جرات کیسے ہوئی....!“ کریمہ آواز میں چیخی تھی اور پھر چادر میں بھونچال سا آگیا۔ اُس نے اوپر اٹھنا شروع کیا.... اور فیاض کی گھگھکی بندھ گئی۔ کیونکہ گردن کے نیچے اُسے کسی بڑے سانپ کا دھڑ نظر آیا تھا۔! آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ فیاض ایک قدم پیچھے ہٹا ہی تھا روزانی کے نئے روپ نے اُس پر چھلانگ لگائی اور اُسے اپنے بلوں میں جکڑنے لگا.... چہرہ فیاض چہرے کے مقابل تھا۔! ہونٹ بھینے ہوئے تھے اور آنکھیں جیتا جاگتا قہر معلوم ہو رہی تھیں۔! سانپ جیسے دھڑ کے بلوں کی گرفت تنگ ہوتی گئی.... فیاض کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے رے جسم کی ہڈیاں چور چور ہو جائیں گی.... پھر وہ بے تحاشہ چیخیں مارنے لگا تھا۔

دم گھٹ رہا تھا اور موت رگ جاں سے قریب ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔!

اسی کیفیت کے دوران میں اچانک نیند کا سلسلہ ٹوٹ گیا.... دل کی دھڑکن رندھے ہوئے میں ٹھو کریں مار رہی تھی۔ پورا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت بھی رہی تھی۔ بے حس و حرکت پڑا چھت کی جانب آنکھیں پھاڑتا رہا۔ شاید زندگی میں پہلی بار اتنا ڈر اونا خواب دیکھا تھا۔

ٹھیک اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تھی اور روزانی کی آواز سنائی دی تھی.... ”فیاض صاحب.... فیاض صاحب....!“

وہ سختی سے ہونٹ بھینے پڑا رہا۔ خواب کا ناگوار تاثر اب بھی ذہن پر مسلط تھا۔ روزانی کی آواز نہیں لگ رہی تھی۔!

”فیاض صاحب....! دروازہ کھولنے.... کیا بات ہے....؟“ اُس نے پھر دستک دے کر

آواز دی تھی۔

”کک.... کچھ نہیں.... ٹھہریے....!“ وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا تھا اور اٹھنے
کوشش کی تھی۔

پتا نہیں کس طرح سلپنگ گاؤن پہنا اور لڑکھڑاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا....! سارا
سُن ہو رہا تھا.... اور پشت پر پسینے کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔
بدقت دروازہ کھولا۔

”کیا بات ہے کیپٹن....! آپ چیخ رہے تھے....!“ روزالی نے پوچھا....! اُس نے
سلپنگ گاؤن ہی پہن رکھا تھا۔

”نن.... نہیں تو....!“ فیاض خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

”تو پھر وہ کس کی چیخیں تھیں....!“

”خدا جانے....!“ فیاض سنبھل کر بولا۔ ”ہو سکتا ہے.... اسی وجہ سے میری بھی آنکھ
ہو....! اچانک جاگا تھا.... وجہ سمجھ میں نہیں آسکی۔!“

”میں تو جاگ ہی رہی تھی۔!“ روزالی نے کہا۔ ”وہ سماعت کا دھوکا ہر گز نہیں ہو سکتا۔
مجھے تو آپ ہی کی سی آواز لگی تھی۔!“

”تب پھر ہو سکتا ہے کہ میں نے ہی کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہو۔“ فیاض نے کھیانی مسکرا
کے ساتھ کہا۔!

”اوہو.... کیا آپ مجھے اندر آنے کو بھی نہ کہیں گے۔!“

”تشریف لائیے!“ فیاض پیچھے ہٹتا ہوا بولا! پھر اُس نے تیز روشنی والا بلب روشن کر دیا تھا

”آپ زیرِ علاج ہیں۔ اس لئے مجھے ہر تبدیلی کا علم ہونا چاہئے۔“ روزالی خواب گاہ میں د

ہوتی ہوئی بولی۔

مسہری کے قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھتے وقت اُس نے فیاض کو غور سے دیکھا تھا اور

کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی تھی۔!

”بیٹھ جائیے....!“ روزالی نے مسہری کی طرف اشارہ کر کے کہا اور پھر بولی ”اس وقت

طرح تکلیف نہ دیتی اگر آپ نے اپنے کسی ڈراؤنے خواب کا حوالہ نہ دیا ہوتا۔!“

فیاض سن ساہو کر رہ گیا۔ آخر وہ اُسے کیا بتائے گا اگر اُس نے خواب دہرانے کی فرمائش کر ڈالی۔
 ”اس طریق علاج میں ہر تبدیلی میری معلومات میں اضافے کا سبب بنے گی۔“ روزالی نے پھر کہا۔
 ”وہ دیکھئے.... دراصل میرا خیال ہے کہ.... میں نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا.... کیونکہ جب آنکھ کھلی تو پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اور قیاس ہے کہ آپ نے میری ہی چیخیں سنی ہوں گی۔!“
 ”یعنی آپ کو خواب یاد نہیں۔!“

”جی نہیں....!“

”کیپٹن فیاض.... پلیز....!“ وہ بے اعتباری سے مسکرائی۔

”در.... دراصل....!“

”دیکھئے....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی ”خواب وہی یاد نہیں رہتے جن کی ہماری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ خوش گوار اور ناخوش گوار خواب ضرور یاد رہتے ہیں۔“

فیاض نے بے بسی سے کاندھے ڈال دیئے۔ یہ نفسیاتی نکتہ ناقابل تردید تھا۔ پھر پتہ نہیں کس طرح انک انک کر اُس نے اپنا خواب دہرایا تھا۔ روزالی غور سے سنتی رہی تھی اور اُس کے خاموش ہوتے ہی بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

فیاض نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

”شرمندگی کی بات نہیں۔“ ایک بیک وہ سنجیدہ ہو کر بولی ”یہ نفسیاتی مسائل ہیں آپ کا ان پر بس نہیں چلے گا۔!“

فیاض کچھ نہ بولا.... وہ کہتی رہی ”آپ اپنے اُس دوست سے محبت بھی کرتے ہیں اور اُس کی حرکتوں کی بناء پر اس حد تک تنگ آگئے ہیں کہ لاشعوری طور پر اُس کی موت کے بھی خواہاں ہیں۔ خواب کے ذریعے آپ کی یہی خواہش پوری ہوئی.... اور.... میرا معاملہ آپ نے مجھے ناگن کے روپ میں دیکھا ہے....؟ اس کی نفسیاتی توجیہ یہی ہو سکتی ہے کہ مجھ سے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔!“

”ہر گز نہیں۔!“ فیاض بے ساختہ بول پڑا۔ ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی ”ایسا نہ کہئے فیاض صاحب.... انسانی ذہن ہے پل پل قلابازیاں کھاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی آپ نے سوچا ہو کہ کہیں میں بھی تو انہیں لوگوں سے متعلق

”نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے۔“

”کمال ہے.... آپ تو میری مدد کر رہی ہیں!“

”دیکھئے جناب....! آپ کا تعلق محکمہ سرانگ رسانی سے ہے۔ کوئی بات اتنے وثوق سے نہ کہئے....! کیا آپ نے اس دوران میں کبھی یہ نہیں سوچا کہ آپ کو پریشان کرنے والوں نے میری آڑ لے کر اب اپنا طریق کار بدل دیا ہے!“

فیاض نے خاموشی اختیار کر لی۔

”کیا میں غلط کہہ رہی ہوں!“

”مجھے شرمندگی ہے کہ ایک آدھ بار یہ گمان بھی گذرا ہے لیکن پھر میں نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے پرے جھٹک دیا تھا۔“

”خیال ہے کہ ذہن سے پرے جھٹک دیا تھا.... وہ لاشعور میں محفوظ ہو گیا تھا فیاض صاحب اور اُسی گمان نے مجھے ناگن کے روپ میں پیش کر دیا۔“

”اب بتائیے میں کیا کروں۔ شعوری طور پر آپ کا اتنا قدر دان ہوں کہ آج تک کسی کا بھی نہیں ہوا۔“ وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بڑے دلاویز انداز میں مسکرائی تھی۔ چند لمحے اُسی کیفیت کے تحت فیاض کی جانب نگراں رہی پھر بولی تھی ”یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”آدمی ذہنی کشمکش کا شاہکار ہے فیاض صاحب....!“

”میں اب بھی نہیں سمجھا....!“ فیاض نے بے بسی سے کہا۔

”پھر سہی! بہر حال آپ مطمئن رہئے۔ اگر آپ میرے خلاف شکوک میں مبتلا ہیں تب بھی مجھے وہی کرنا ہے جو پہلے کہہ چکی ہوں۔ یعنی آپ کے دوست کو تلاش کر کے راہِ راست پر لانا اور اُن لوگوں سے پنہان جو آپ کے لئے پریشانی کا باعث بنے ہیں۔!“

”اس خواب نے تو بہت شرمندہ کیا۔!“ فیاض طویل سانس لیکر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اُوہ.... کچھ نہیں.... ان معاملات میں ہم سب بے بس ہیں۔ اچھا اب آپ آرام کیجئے۔!“

جب بھی کوئی خواب نظر آئے خوش گوازیادراؤنا مجھے اُس سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔!“

وہ چلی گئی تھی اور فیاض دم بخود بیٹھا رہ گیا تھا....! اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اُس سے یہ

صداقت کیوں کر سرزد ہوئی۔ کچھ بھی ہو جاتا اُس کے سامنے خواب ہر گز نہیں دہرانا چاہئے تھا۔ اپنی اس کمزوری پر اُسے بے تحاشا غصہ آنے لگا۔ آخر کیوں....؟ پھر اُس کی موجودگی میں اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے.....؟ زبان پر قابو نہیں رہتا اور قوت ارادی بھی گرفت سے نکل جاتی ہے۔

وہ سوچتا اور بور ہو تا رہا.... نیند اس بُری طرح غائب ہوئی تھی جیسے کبھی سویا ہی نہ ہو بستر سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔!

ذہن ابھی تک خواب کے ناگوار تاثرات سے پیچھا نہیں چھڑا سکا تھا۔

بے اختیار دل چاہ رہا تھا کہ فون پر عمران سے رابطہ قائم کرے.... لیکن بڑی عجیب بات تھی کہ اس عمارت میں فون نہیں تھا.... فیاض نے اس پر حیرت بھی ظاہر کی تھی۔ لیکن روزالی نے کہا تھا کہ وہ کسی سے سروکار نہیں رکھتی اس لئے فون بھی اُس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اور شاید اُس کا یہ بیان صداقت پر مبنی تھا کیونکہ فیاض جب سے یہاں آیا تھا۔ ملازمین کے علاوہ اور کسی کی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔ اُسے اس پر بھی حیرت تھی کہ اتنی حسین عورت کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ نہ وہ خود کہیں جاتی تھی اور نہ کوئی یہاں آتا تھا۔

ٹہلنے ٹہلنے زک کر وہ غسل خانے کی طرف مڑا.... حلق خشک ہو رہا تھا.... بڑی شدید پیاس تھی.... ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا ہی تھا کہ یک بیک روشنی غائب ہو گئی....! غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹ آیا.... خواب گاہ اتنی تاریک ہو گئی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں بھائی دیتا تھا.... پتا نہیں پادر ہاؤس میں کوئی گز بڑ ہوئی تھی یا یہاں کافیوز اڑ گیا تھا۔ ٹٹولتا ہوا خواب گاہ کے دروازے کی طرف بڑھا.... لیکن اچانک اُس کا سر پکرایا تھا۔ پیر لڑکھڑائے اور وہ کسی مفلوج آدمی کے سے انداز میں فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو سردی کا احساس ہوا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن یہ کیا....؟ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا! کمرہ تو وہی تھا جہاں اُس نے کئی راتیں بسر کی تھیں۔ لیکن سامان کا کہیں پتہ نہ تھا۔ نہ مسہری تھی اور نہ دوسری آرائشی اشیاء حتیٰ کہ فرش کا قالین تک غائب تھا۔ خود فیاض ننگے فرش سے اٹھا تھا۔! وہ کمرے سے باہر نکلا پوری عمارت سنسان پڑی تھی.... اور ہر کمرے میں دیرانی نظر آئی۔ نشست کے کمرے میں اُسے اپنا سوٹ کیس فرش پر پڑا دکھائی دیا۔ دیوانہ وار اُس کی طرف جھپٹا تھا۔ اور پھر لفافے پر نظر پڑی جو سوٹ کیس پر رکھا ہوا تھا۔

لفافے سے روزالی کا خط برآمد ہوا.... اُس نے لکھا تھا.... ”فیاض صاحب! محض آپ کی وجہ سے سردار گڈھ چھوڑ رہی ہوں.... آپ کے خواب نے یہ بات پوری طرح مجھ پر واضح کر دی ہے کہ آپ مجھے فراڈ سمجھتے ہیں۔ صرف تین دھاریاں آپ کے جسم پر باقی رہ گئی ہیں۔ اب انہی لوگوں کو تلاش کیجئے.... جن کی حرکتوں کی بناء پر آپ اس حال کو پہنچے تھے!“

ایک بار پھر فیاض کا سر چکرا گیا.... اور اب وہ اُس عورت کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ ساتھ ہی ایک کک سی بھی محسوس ہو رہی تھی.... یہی کہ اب اُسے نہ دیکھ سکے گا۔ اُس کی مترنم آواز نہ سن سکے گا۔ اُس کی ہراسرا مسکراہٹ اُس کے ذہن پر انجانا سانشہ طاری نہ کر سکے گی.... روزالی.... روزالی۔



سارجنٹ نیو نے قہقہہ لگایا۔ اور بولا ”یار وہ عجیب آدمی ہے....! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آدمی بھی ہے یا نہیں!“

”میں پھر کہوں گا کہ اپنے کام سے کام رکھو.... عمران صاحب کے ساتھ سب کا یہی رویہ ہے۔!“ صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ دونوں اُس عمارت کے کھنڈر کے قریب کھڑے تھے جسے عمران اور متیو ہاشی کے فرار کے بعد سنگ ہی نے تباہ کر دیا تھا۔ کھنڈر کے بعض حصوں سے اب بھی دھواں اٹھ رہا تھا.... اور ملبہ ہٹانے والے وہاں لاشیں تلاش کر رہے تھے۔ لیکن ابھی تک تو کوئی لاش برآمد نہیں ہوئی تھی۔ آس پاس کی عمارتوں کو بھی تھوڑا بہت نقصان پہنچا تھا اور کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے تھے۔

”سوال تو یہ ہے کہ یہاں ہماری ڈیوٹی کیوں لگائی گئی ہے۔!“ نیو نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”اگر سرے سے کوئی لاش برآمد نہ ہوئی تو ہماری ڈیوٹی ختم....!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”لاش برآمد ہونے کی صورت میں ہمیں اُس کے بارے میں چھان بین کرنی پڑے گی۔!“

دفعۃً نیو دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔! ایک عورت دور کھڑی انہیں اشارے کر رہی تھی۔ کوئی سفید فام غیر ملکی عورت تھی۔ نیو نے صفدر کا بازو دبایا اور وہ بھی اُدھر ہی دیکھنے لگا۔ اُس کے متوجہ ہو جانے پر عورت ایک جانب مڑی تھی اور وہاں سے ہٹنے لگی تھی۔

”آؤ....!“ صدر بھی اُسی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

”وہ مارا....!“ نیو چپکا۔

”کیا مطلب....!“

”میرا خیال غلط تھا۔ تمہاری بھی شناسائیاں ہیں۔!“

”بہت زیادہ....!“ صدر کے لہجے میں تلخی تھی۔

”لیکن وہ یہاں کیا کر رہی تھی۔!“ نیو بڑبڑایا۔

”خود پوچھ لینا....!“ صدر نے کہا۔

نیو نے پھر حیرت سے اُسے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں.... عورت تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک اسٹیک بار میں داخل ہو گئی۔ صدر نے اندر پہنچنے میں کسی قدر توقف کیا تھا۔ شاید اس لئے کہ اتنی دیر میں وہ کسی جگہ بیٹھ چکی ہوگی۔!

”بس کسی ایک سے میرا تعارف کرا دو....!“ نیو نے ہال میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

عورت ایک گوشے میں بیٹھ چکی تھی اور اُس کی پشت صدر دروازے کی طرف تھی۔

”اسی سے کرائے دیتا ہوں۔!“ صدر نے کہا۔

”بہت بہت شکریہ....! حق رفاقت ادا کرو گے۔!“

”انشاء اللہ۔!“

وہ قریب پہنچے تھے اور اُس عورت پر نظر پڑتے ہی نیو کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں.... اور صدر نے کرسی کھسکا کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا ”یہ سار جنٹ نیو ہیں۔!“

”میں جانتی ہوں....!“ عورت بولی۔

”بس....!“ نیو نے صدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ بُری طرح جھینپ رہا تھا۔

کیونکہ یہ عورت معمولی سے میک اپ میں جولیانافٹنر واٹر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ قریب سے نیو نے بھی اُسے پہچان لیا تھا۔

”کیا بات ہے....!“ صدر نے پوچھا۔!

”عمارت تباہ ہونے سے شاید دو منٹ پہلے وہ وہاں سے برآمد ہوا تھا۔!“ جولیانے مضطربانہ

انداز میں کہا۔

”کس کی بات کر رہی ہو....!“

”عمران کی....!“

”اوہ.... لیکن....!“

”اور متو ہاشی اُس کے ساتھ تھی۔!“

”تو کیا وہ مل گئی....؟“

”اور کیا کہہ رہی ہوں۔“ جولیا کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

نیو نے صفدر کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو۔ آخر یہ کہنا کیا چاہتی ہے۔!

”میں تنگ آگئی ہوں....! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کیا کروں....!“

”کوئی اور بات بھی ہے کیا....؟“ صفدر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ایک تابوت داراب ہاؤس میں رکھوایا گیا تھا....؟“

”ہاں شاید اُس میں دھاری دار آدمی کی لاش تھی....!“ صفدر نے کہا۔

”نہیں....! وہ خود تھا....!“

”کیا مطلب....؟“ صفدر چونک پڑا۔

”وہ خود بنا تھا دھاری دار آدمی کی لاش۔!“

”خدا کی پناہ....!“ صفدر نیو کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

”بڑی عجیب بات ہے....!“ نیو بڑبڑایا۔

جولیا غصیلے لہجے میں بولی ”مجھے یقین ہے کہ اُسے ایکس ٹو کی طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہ ملی

ہوگی۔ یہ اُس کا اپنا طریق کار تھا۔!“

”بڑا بے جگر آدمی ہے۔!“ نیو طویل سانس لے کر بولا! ”میں تو اُسے یونہی فضول سا آدمی

سمجھتا تھا۔!“

”میں تو اُسے آدمی ہی نہیں سمجھتی....!“ جولیا نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

”لیکن تم مجھے وہاں سے کیوں ہٹا لائیں۔!“ صفدر نے پوچھا۔

”تم وہیں ٹھہرو گے.... سارجنٹ نیو میرے ساتھ جائیں گے۔!“ جولیا نے کہا اور نیو کی

طرف دیکھ کر بولی ”اُس نے تمہیں سائیکو مینشن میں بلایا ہے۔!“

”عمران صاحب نے....!“

”ہاں.... تم میرے ساتھ چلو گے۔!“

”ایک ایک کپ کافی کا تو ہو جائے....!“ صفدر بولا۔

”جتنی جلد ممکن ہو....!“

صفدر نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کے لئے کہا تھا۔ اور عجلت کرنے کی تاکید کی تھی۔

”میں کہتی ہوں کہ اگر دو منٹ کی بھی تاخیر ہوتی تو خود بھی فنا ہو گیا ہوتا۔!“ جولیا نے بُرا سا

منہ بنا کر کہا! صفدر پھر اُسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

نیو بولا ”وقت سے پہلے کوئی بھی نہیں مر سکتا۔!“

”جہالت کی بات ہے....؟“

”تو پھر وہ کیسے بچ گئے۔!“

”میں نہیں جانتی۔!“

”کیا تمہیں افسوس ہوا ہے اُس کے بچ جانے پر....!“

جولیا نے قہر آلود نظروں سے نیو کو دیکھا تھا اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ صفدر نے

موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہی گفتگو کا رخ کسی اور طرف موڑ دینا چاہا۔ لیکن جولیا پھر گئی....

اُس نے میز پر گھونہ مار کر کہا ”تم سب یہی چاہتے ہو کہ وہ مر جائے۔!“

صفدر کچھ نہ بولا۔ اور اُس نے نیو کو بھی زبان بند رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔

کافی آئی۔ تین پیالیاں بنائی گئیں اور جلدی جلدی حلق میں انڈیل لی گئیں۔

سارجنٹ نیو نے سب سے پہلے اپنا کپ خالی کیا تھا۔

”چلو اٹھو....!“ جولیا اُس سے بولی۔

صفدر ہال ہی میں بیٹھا رہ گیا تھا اور وہ دونوں باہر آئے تھے۔ نیو اُس کی گاڑی کی تلاش میں

ادھر ادھر نظر دوڑا کر بولا ”گاڑی کہاں پارک کی ہے....!“

”گاڑی نہیں ہے....! نیکی سے چلیں گے۔!“ جولیا نے خشک لہجے میں کہا اور نیو اُسے

ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا ”پہلا اتفاق ہے۔!“

”کس بات کا....!“

”یہی کہ عمران صاحب نے خاص طور پر مجھے طلب کیا ہو!“

”تم ابھی نئے ہو!“

”اس جملے کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا!“

”کوئی ٹیکسی تلاش کرو۔ فضول باتوں میں پڑنے سے کیا فائدہ اُسی سے پوچھ لینا کہ اُس نے

خصوصیت سے تمہیں کیوں بلایا ہے!“

اگلے موڑ پر انہیں ٹیکسی مل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جولیا بولی۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں

کہیں لے جائے گا!“

نیو خاموش ہی رہا۔ جولیا پھر بولی ”میں چاہتی ہوں کہ تم اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کرو!“

”میں....!“ نیو حیرت سے بولا ”میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو!“

”وہ پاگل ہے....!“

”جب تو میری ہی سٹی گم رہے گی!“

”تم نہیں سمجھے.... میرا مطلب یہ ہے کہ اُسے ایسی حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کرنا

جیسی اُس نے آج کر ڈالی تھی!“

”واقعی بڑے دل گردے کا آدمی ہے....!“

”میں اسے حماقت سمجھتی ہوں....!“

”میرے بس سے باہر ہو گا کہ میں انہیں کسی کام سے باز رکھ سکوں!“ نیو نے کہا پھر کچھ

دیر خاموش رہ کر بولا ”مجھے حیرت ہے!“

”کس بات پر....!“

”تمہاری پریشانی پر.... ارے ہم تو ہیں ہی مرنے کے لئے....! اور پھر مسٹر عمران میں

کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں!“

”تم نہیں سمجھ سکتے۔“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

نیو اُس کی طرف مڑا تھا اور اُس کی آنکھوں میں دو موٹے موٹے قطرے دیکھے تھے۔

یک بیک وہ سنجیدہ ہو گیا! جولیا دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ شاید اسی بہانے اپنی آنکھیں

خٹک کر لینے کا ارادہ رکھتی تھی.... نیو بھی انجان بن کر اپنی طرف والی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

جولیا تھوڑی دیر بعد بولی ”نہ وہ میری سنتا ہے اور نہ ان سبھوں کی....! شاید تمہاری بات مان جائے.... تم نئے ہو۔!“

”مم.... میں کوشش کروں گا۔“ نیو اُس کی طرف مڑے بغیر بولا۔

”تمہارے متعلق وہ بڑی اچھی رائے رکھتا ہے۔!“

”خوب! مجھے تو علم نہیں۔!“

”کسی کے منہ پر اُس کی تعریف نہیں کرتا۔!“

”کیا ایکس ٹو بھی اُس کے طریق کار کو پسند نہیں کرتا۔!“

”میں نہیں جانتی....!“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

”کیا ایکس ٹو یہ بھی جانتا ہے کہ تم....!“

”بس....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی ”اُس معاملے کو موضوع بحث مت بناؤ۔!“

”اوہ.... اچھا....!“ وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد جولیا نے کہا تھا ”اب کہیں ٹیکسی رکوا کر مجھے اتار دینا اور خود سائیکو مینشن چلے جانا۔!“

”کیا تم ساتھ نہیں جاؤ گی۔!“

”نہیں.... صرف پیغام تم تک پہنچانا تھا۔ میں نے کہا کچھ باتیں بھی کر لوں۔!“

”تم مطمئن رہو.... میں کوشش کروں گا کہ مسٹر عمران کو قابو میں رکھوں۔ لیکن ٹھہرو....

ایک بات اور.... کیا وہ مشورہ سن لیتے ہیں۔!“

”یہی تو مصیبت ہے کچھ بتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ اس لئے مشورہ دینے کا

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”پھر تو بہت مشکل ہے مس فنر واٹر۔!“

جولیا نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ نیو کہتا رہا ”میرا خیال ہے کہ مسٹر عمران سرے سے

جمالیاتی حس ہی نہیں رکھتے۔!“

”اب تم مجھے کہیں اتار دو....!“ جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ پچھلی سیٹ پر تہارہ گیا تھا۔ سائیکو مینشن پہنچ کر اُس کمرے کی طرف

چل پڑا جہاں عمران بیٹھتا تھا۔ دروازہ بند نظر آیا۔ اُس نے ہلکی سی دستک دی تھی۔

عجیب طرح کی گھٹی گھٹی سی آواز اندر سے آئی تھی ”دروازہ مقفل نہیں ہے۔!“ اُس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا....!

سامنے ہی عمران آرام کرسی پر نیم دراز نظر آیا تھا۔ لیکن عجیب حلے میں.... جسم کے گرد چادر لپیٹ رکھی تھی اور سر پر آنکس بیگ رکھا ہوا تھا۔
”خیریت.... جناب....!“ نیو نے بڑے ادب سے پوچھا۔

”گرمی چڑھ گئی ہے کھوپڑی پر!“ عمران نے کہا اور کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا ”بیٹھو....!“
نیو اُسے بغور دیکھتا ہوا بائیں جانب والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔! عمران دوسرے ہاتھ سے آنکس بیگ سنبھالتا ہوا بولا ”تمہاری ناک کی بناوٹ مجھے پسند ہے۔ اس لئے بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔“
”شکریہ....!“ نیو اپنی ناک ٹٹول کر رہ گیا۔ پھر شاید اس رد عمل پر اُسے شرمندگی بھی ہوئی تھی اور وہ طرح طرح کے منہ بناتا ہوا دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

”جھینپنے کی ضرورت نہیں۔ ستواں ناک بہتر مستقبل کی ضمانت ہے۔ خواہ تم کسی بینک کی کسی ماسٹر پیس اسکیم سے فائدہ اٹھاؤ یا نہ اٹھاؤ۔!“

”مم.... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔!“

”لیکن اپنی ناک کی بناوٹ پر کبھی مغرور نہ ہونا.... ورنہ دانت جاتے رہیں گے۔!“

”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں....!“ وہ بھنا کر بولا۔

”ناک اور کان کا معاملہ ہے.... ذرا قریب آؤ....!“ نیو اٹھ کر اُس کے قریب پہنچا تھا۔

”یہاں بیٹھ جاؤ۔!“ اُس نے کرسی کی بائیں جانب فرش کی طرف اشارہ کیا۔ نیو نے خاموشی سے تعمیل کی تھی....! عمران نے بائیں ہاتھ سے آنکس بیگ سنبھالا اور داہنے سے اُس کے گالوں کی ہڈیاں ٹٹولنے لگا۔ نیو کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا ”ٹھیک ہے، اٹھ جاؤ۔“

وہ پھر کرسی پر جا بیٹھا لیکن عمران کو بدستور حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔

”نہیں سمجھے....!“ عمران نے چپک کر پوچھا۔

نیو نے خاموشی سے سر کو منہنی جنبش دی۔

”سمجھ جاؤ گے.... ذرا قلم اور پیڈاٹھانا۔!“

نیو نے پھر چپ چاپ قیبل کی تھی۔ عمران پیڈ پر کچھ لکھتا رہا۔ پھر پیڈ سے وہی کاغذ نکال کر نیو کو تھماتا ہوا بولا۔ ”کمرہ نمبر تین میں اعوان کو دے دینا۔“

نیو نے تحریر پر نظر ڈالی تھی اور بولا تھا۔ ”مسٹر عمران.....! میں اسے حماقت سمجھتا ہوں۔!“

”حالانکہ اسی حماقت کے لئے میں نے تمہیں انٹر سروسز سے بلوایا ہے۔!“

”آپ نے بلوایا ہے۔!“

”قطعاً.....! تین ماہ تک تم میرے زیر مشاہدہ رہے تھے۔!“

”نہال ہے.....!“

”یقین کرو میرے دوست.....! اس خاص کام کے لئے میرے پاس پہلے جو آدمی تھا.....

اُس کا چہرہ نہ جانے کیوں لبو ترا ہو گیا ہے..... قلفی کی سی شکل نکل آئی ہے۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ فلمی ہیرو بن سکتا ہے..... اس کام کا تو رہا نہیں.....!“

”لیکن میں تو مسٹر تنویر کی جگہ پر آیا ہوں۔!“

”افواہ ہے.....! تنویر کے بغیر بھی ایکس ٹو کا کام چل سکتا تھا۔!“

نیو کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات صاف دیکھے جاسکتے تھے.....! وہ عمران کا پرچہ ہاتھ میں لئے کھڑا کچھ سوچتا رہا.....!

”اے اب جاؤ بھی.....!“

نیو ویسے ہی موڈ میں کمرے سے نکل آیا..... اور اب وہ گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہا تھا۔ کمرہ نمبر تین میں میک اپ کے اسپیشلسٹ اعوان کو عمران کا پرچہ دیا۔

”نوبجے.....!“ اعوان پرچہ پڑھنے کے بعد بولا۔ ”پہلے چہرے کا اسکاٹائی گرام لیا جائے گا۔!“

پھر اُس نے بھی ایک پرچہ تھما کر کہا ”کمرہ نمبر بارہ میں جاییے.....!“

”یعنی چہرے کا ایکسرے.....!“ نیو بوکھلا کر بولا۔

”بے فکر رہئے..... اسکا سسٹم دوسرا ہے..... آنکھوں میں کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔!“

اعوان نے کہا۔

کمرہ نمبر بارہ میں بھی نیپٹن کے بعد نیو نے ایک بار پھر عمران کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ دروازے پر دستک دی.....! اندر سے اجازت مل جانے پر ہینڈل گھمایا۔ لیکن دروازہ کھولتے

ہی جھپٹنے کے ساتھ رک گیا۔! کیونکہ اس بار عمران فرش پر سر کے بل کھڑا نظر آیا۔

”نیچے سے بھی ٹھیک ہی لگتے ہو..... بیٹھ جاؤ.....!“ اُس نے کہا۔

”لل..... لیکن آپ.....!“ نیو ہٹکا کر رہ گیا۔

”میری فکر نہ کرو۔ پہلے گرمی چڑھ گئی تھی۔ اب ٹھنڈک اُتار رہا ہوں۔!“

”وہ بیچاری ٹھیک ہی رو رہی تھی۔“ نیو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”کون بیچاری.....؟“ عمران یک بیک سیدھا ہو گیا۔

”نہیں آپ اپنا شغل جاری رکھئے۔ دھماکے نے آپ کے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہے۔!“

”نہیں..... بتاؤ..... تم کس بیچاری کی بات کر رہے تھے۔!“

”معافی چاہتا ہوں..... ایک مہمل سا جملہ زبان سے نکل گیا تھا۔!“

عمران نے شانوں کو جنبش دی اور سر مٹولتا ہوا پھر آرام کرسی پر لیٹ گیا۔

”آخر یہ کس قسم کا میک اپ ہے جس کے لئے چہرے کا اسکاٹائی گرام لیا جائے گا۔!“

”بہت خاص قسم کا..... ایسا کہ نہ پہچانے جا سکو اور نہ عرصہ تک اُس کے ضائع ہونے کا

امکان ہو۔!“

”کیا آپ مجھے کہیں لے جائیں گے.....؟“

”میں نہیں لے جاؤں گا۔ تم لے جاؤ گے مجھے.....!“

”بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!“

”میری بات سمجھنے کے لئے انجام کا منتظر رہنا پڑتا ہے.....!“

”خدا جانے.....!“ نیو سر جھٹک کر رہ گیا۔

”ضرور تمہیں کسی نے بہکایا ہے.....!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... میں بچہ نہیں ہوں۔!“

”آخر وہ رونے والی کون تھی۔ تمہیں سر سام تو نہیں ہو گیا تھا کہ ہڈیاں بک رہے تھے۔!“

”جولیانا فٹنر واٹر.....!“

”اچھا.....!“ عمران نے طویل سانس لی اور اُسے مٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا ”یار! تم

ان لوگوں کے چکر میں مت پڑنا۔!“

”اُس نے آپ کے خلاف کچھ نہیں کہا تھا۔!“

”کیا کہہ رہی تھی....!“

”اب میں کیا بتاؤں.... آپ خود سمجھ دار ہیں۔!“

”بالکل گھماڑ ہوں.... ضرور بتاؤ۔!“

”آپ کو اُس کی پرواہ نہیں.... وہ آپ کے لئے بہت فکر مند رہتی ہے۔!“

”میں کون ہوتا ہوں اس کی پرواہ کرنے والا۔ رہی فکر مندی کی بات تو پورے شہر کو میری

ہی فکر رہتی ہے....!“

نیو کچھ نہ بولا۔ اپنے اس غیر محتاط رویئے پر خاصی ندامت محسوس کر رہا تھا۔ اُسے براہ راست یہ ذکر چھیڑنا ہی نہ چاہئے تھا۔!

”دیکھو دوست....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا ”اپنے کام سے کام رکھنا بہترین پالیسی ہے۔

اسے ہر حال میں یاد رکھو....!“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھے اپنے رویئے پر افسوس ہے....!“

”بس اب جاؤ.... بقیہ باتیں میک آپ کے بعد....!“ عمران نے دوبارہ سر کے بل کھڑے

ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔!



سنگ ہی اُس عمارت کی کپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ جس میں ذرا ہی دیر پہلے ایک بھدی سی شکستہ حال کار داخل ہوئی تھی۔ وہ دیر سے باہر کھڑا جانے کس کا منتظر تھا۔!

پورج میں دربان سے مڈ بھیڑ ہوئی اور اُس نے اُسے روکنے کے لئے اپنی شاٹ گن سیدھی کر لی تھی۔!

”ابے کیوں دماغ خراب ہوا ہے۔!“ سنگ نے چھوٹی چھوٹی آنکھیں نکالیں۔

”کون ہو تم....!“ پھرے دار ڈپٹ کر بولا۔

”تیرے باس کا باپ.... اُس سے کہہ دے تیرا باپ آیا ہے....!“

پھرے دار نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں۔ کیونکہ سنگ کی ظاہری حالت ایک

معمولی سے آدمی سے بہتر نہیں تھی۔ ملیشیا کا شلوار سوٹ پہن رکھا تھا۔!

”جاؤ....!“ سنگ دونوں ہاتھ ہلا کر دھاڑا۔ ٹھیک اُسی وقت ایک موٹا اور پستہ قد آدمی صدر دروازے سے برآمد ہوا اور سنگ پر نظر پڑتے ہی جہاں تھا وہیں رک گیا۔ پہرے دار اُسے دیکھ کر مودب نظر آنے لگا تھا۔

موٹے آدمی کا بایاں گال اس بُری طرح پھڑکنے لگا تھا جیسے اُس نے ڈاڑھوں میں زندہ مینڈک دبا رکھا ہو۔!

”یہ مجھے اندر نہیں جانے دیتا۔!“ سنگ نے پہرے دار کی طرف ہاتھ اٹھا کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”ارے نہیں.... جج.... جناب عالی.... تشریف لائیے....!“ موٹے پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ پہرے دار پر بدحواسی کا حملہ ہوا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

سنگ آگے بڑھا اور موٹے آدمی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے پوچھا ”تم اچھے تو ہونا۔!“

”جج.... جی ہاں.... کرم.... کرم.... اندر تشریف لے چلئے....!“

سنگ پہرے دار کو متحیر چھوڑ کر اندر آیا تھا۔! ادھر موٹے آدمی کی حالت بہت زیادہ غیر ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے زیادہ دیر تک اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکے گا۔ نشست کے کمرے میں پہنچ کر سنگ نے اُسے ایک صوفے کی طرف دھکیلا تھا اور دھپ سے بیٹھ کر بے بسی سے اُس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔!

”مجھے گاڑی چاہئے....!“ سنگ نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔!

”کک.... کون سی گاڑی جناب....!“

”وہی جو ابھی آئی ہے۔!“

”ارے وہ.... وہ کیا کیجئے گا.... مرسیڈیز لے جائیے....!“

”نہیں.... میں تو وہی کھٹارالے جاؤں گا۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتا جناب....!“

”بکواس مت کرو.... تم اُس میں سے اپنا مال نکال کر اُسے میرے حوالے کر سکتے ہو۔!“

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔!“ موٹا آدمی ہانپتا ہوا بڑبڑایا۔

”کیا یہ بھی بتاؤں کہ اس کی بوڑی میں کہاں کہاں کون سا مال موجود ہے....!“

’خدا کے لئے حج.... جناب....! مجھ سے کون سا قصور سرزد ہوا ہے۔!‘
 ’کچھ بھی نہیں....! مجھے تمہارے اُس کھٹارے کی ضرورت ہے! فی الحال کسی اچھی گاڑی
 میں سفر نہیں کر سکتا....!‘

’آپ جانیں جناب....!‘
 ’اُحق آدمی جہاں میں جا رہا ہوں وہاں تمہارا اڈا موجود ہے! گاڑی وہیں پہنچا دی جائے گی۔!‘
 ’مجھے افسوس ہے جناب....!‘

’کیوں بکواس کر رہے ہو....!‘ سنگ آنکھیں نکال کر بولا۔
 ’دیکھئے.... جناب.... آپ مجھے دھونسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔!‘ موٹے آدمی نے۔
 غالباً جی کڑا کر کے کہا تھا۔ لیکن آنکھیں بدستور خوف زدہ سی نظر آتی رہی تھیں۔
 ’اچھی بات ہے....!‘ سنگ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔ ’کھڑے ہو جاؤ۔!‘
 ’نن.... نا.... ممکن....!‘ موٹا آدمی اب اور زیادہ ہانپنے لگا تھا۔

’کیا تم اپنے ملازمین کی موجودگی میں میرے ہاتھوں پٹنا چاہتے ہو۔!‘
 ’اب ناممکن ہے.... ناممکن....!‘ موٹے کی آواز حلق میں گھٹنے لگی تھی۔!
 دفعتاً سنگ نے اُس کے پیٹ پر لات رسید کی تھی.... اور وہ کچھ لوگوں کے نام لے لے کر
 چیخنے لگا تھا۔ دفعتاً دو قوی بیکل آدمی سنگ روم میں داخل ہوئے۔
 ’مارڈالو.... اسے مارڈالو....!‘ موٹا آدمی دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا....! دونوں نے سنگ کو
 حیرت سے دیکھا تھا اور آہستہ آہستہ اُس کی جانب بڑھنے لگے تھے....!

’ارے جھپٹ پڑو.... سالو....!‘ موٹا آدمی پھر چیخا۔
 لیکن ’سالے‘ نہ جانے کیوں یک بیک رُک گئے۔ اور پھر موٹے آدمی نے بھی سنگ کے
 ہاتھ میں ریوالتور دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھادیئے.... اور سنگ موٹے آدمی کی طرف دیکھ کر سانپ کی
 طرح ہچکھکلا.... ’گاڑی فوراً خالی کراؤ۔!‘

کوئی کچھ نہ بولا۔ البتہ موٹا آدمی بُری طرح دانت پیس رہا تھا اور ساتھ ہی اپنے دونوں
 گرگوں کو قہر آلود نظروں سے دیکھے بھی جا رہا تھا۔

”میں کہہ رہا ہوں! گاڑی میرے حوالے کرو.... ورنہ اس عمارت میں ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا....!“ سنگ دوبارہ گر جا۔

”اَبے.... حرام خورو.... یہ اتنا سا آدمی بھی تمہارے قابو میں نہیں آئے گا۔!“ موٹے آدمی نے اُن دونوں کو لکڑا تھا۔

”اس کے ہاتھ میں بتاشہ نہیں ہے سیٹھ....!“ اُن میں سے ایک بولا۔

”چپ رہو.... حرام زادے.... سب ناکارہ ہو ایک طرح سے....!“

”اے سیٹھ.... زبان سنبھال کے....!“ اُسی آدمی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا ”عزت نہیں بیچی تمہارے ہاتھ....!“

”ارے یہ تو ہم لوگوں کو کتوں سے بھی بدتر سمجھتا ہے....!“ سنگ ہی بولا۔ ”میں نے بھی اس سالے کی نوکری کی ہے.... خط غلامی نہیں لکھ دیا۔!“

”تم کون ہو بھائی.... کہاں سے آئے ہو....؟“ دوسرے نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

”ارے چپ رہو کم بختو.... اس سے بات نہ کرو۔!“ موٹا آدمی دانت پیس کر بولا۔

”سیٹھ.... تم بہت زیادہ پی گئے ہو.... یہ کوئی اچھی بات نہیں۔!“ سنگ کھرکھراتی ہوئی

آواز میں بولا۔ ”خود بھی ڈوبو گے اور ہمیں بھی ڈبوؤ گے....!“

”اَبے.... چوپ....!“ موٹا آدمی حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

”بھائی تم کس گاڑی کی بات کر رہے تھے۔!“

”خدا غارت کرے.... اس سے کیوں پوچھتا ہے....!“

”تم نشے میں ہو سیٹھ....!“ اُس آدمی نے کہا اور موٹے کی طرف مڑ کر بولا ”ایسے وقت

میں تم ہمیشہ آرام کرتے ہو۔!“

”آرام کے بچے....! میں نشے میں نہیں ہوں۔!“

”آرام کے بچے تک پیدا کرادیے اور فرماتے ہیں کہ میں نشے میں نہیں ہوں!“ سنگ ہنسکر بولا۔

موٹا پھر حلق پھاڑ پھاڑ کر گالیاں بکنے لگا۔

دونوں ہنس رہے تھے۔ لیکن سنگ کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ اسی دوران میں اُن دونوں نے

ہاتھ گرا دیے تھے....! اور پھر اچانک ایک نے سنگ کے ریوالور والے ہاتھ پر جھپٹا مارا.... سنگ

نے پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر اُس کے منہ پر ٹھوکر رسید کر دی۔ وہ لڑکھڑا کر دوسرے سے نکل آیا ہی تھا کہ ریو اور کا دستہ دوسرے کی کینٹی پر پڑا۔

”دیکھا....! دیکھا... حرام زادو!“ مونادونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑے ہوئے دھاڑنے لگا۔ سنگ نے پل بھر میں دونوں کو لٹا دیا تھا.... وہ فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے اور سنگ موٹے کو گھورے جارہا تھا۔ اور اب ایسا لگتا تھا جیسے موٹے کا حلق ہی بند ہو گیا ہو۔!

”چلو....!“ سنگ ریو اور کو جنبش دے کر بولا۔

”کک.... کہاں.... چلو....!“

”گیراج میں.... گاڑی خالی کر کے میرے حوالے کرو۔!“

مونا چپ چاپ دروازے کی طرف مڑ گیا.... سنگ نے ریو اور شلوار کے نیچے میں اُس لیا تھا.... وہ دونوں آگے پیچھے بیرونی برآمدے میں پہنچے اور پورج سے اتر کر بائیں جانب مڑ گئے۔!

گیراج کمپاؤنڈ وال کے قریب مشرقی گوشے میں تھا۔ یہاں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اور سنگ کی مطلوبہ گاڑی سے دو آدمی ”مال“ نکال رہے تھے۔

”جلدی کرو.... جلدی کرو!“ موٹے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”گاڑی پھر جائے گی۔!“

سنگ اُس سے لگا ہوا کھڑا تھا اور ریو اور کی نال اُس کے بائیں پہلو سے چھ رہی تھی۔

”اب تو ہٹاؤ سالے کو....!“ مونادانت پیس کر آہستہ سے بولا! اشارہ غالباً ریو اور کی چپٹے والی نال کی طرف تھا۔!

سنگ نے صرف دباؤ کم کر کے آہستہ سے کہا ”تمہارا کوئی اعتبار نہیں۔!“

موٹے نے جھلا کر ایک گندی سی گالی کے ساتھ پوچھا ”گاڑی کہاں لے جاؤ گے....؟“

”سردار گلدھ.... اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہاں پہنچ کر اسے کہاں چھوڑنا پڑے گا۔!“

”کہاں پہنچاؤ گے....!“

”چیتل بار والے گیراج میں....!“

”خدا عافات کرے.... تم اڈے سے بھی واقف ہو۔!“

”میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت تمہاری موٹی توند کے اندر کیا سڑ رہا ہے۔!“

تھوڑی دیر بعد سنگ اُس شکستہ حال گاڑی کو ڈرائیو کرتا ہوا قومی شاہراہ تک آیا تھا....!

شلوار سوٹ کے اوپر اب اُس نے تیل میں چکنا ہوا نیلے رنگ کا ایک اُودر آل بھی پہن رکھا تھا....! کسٹم پوسٹ پر اُس کی گاڑی روک لی گئی۔ ساری گاڑیاں روکی جا رہی تھیں۔ اُسے علم تھا کہ آج ایسا ضرور ہوگا۔ پولیس شہر سے نکاسی کے راستوں کی نگرانی کرے گی اور اُس کا حلیہ جاری کر دیا گیا ہوگا۔ اسی لئے اُس نے اس شکستہ حال گاڑی کے لئے چھینا جھپٹی کی تھی۔ ایک پولیس مین نے کھڑکی کے سامنے جھکتے ہوئے اُس سے باہر نکلنے کو کہا....! لہجے سے پٹھان معلوم ہوتا تھا....!

”یار.....! کیا مصیبت ہے.....!“ سنگ پشتو میں چیخا۔ ”کرنل نے مجھے صرف ڈیڑھ گھنٹے کا وقت دیا ہے.... اگر میں نے اس کی گاڑی ٹھیک کر کے نہ پہنچادی تو پھانسی پر لٹکا دے گا....!“ پولیس مین نے بھی اپنی زبان سنتے ہی دانت نکال دیئے اور ہاتھ ہلا کر بولا ”جاؤ.... جاؤ!“ سنگ نے ایکسپریٹر پر دباؤ ڈالا۔ گاڑی زن سے آگے نکل گئی۔ ایک مرحلہ تو بخیر و خوبی طے ہوا تھا۔ لیکن ابھی خدشہ تھا کہ اگلے پٹرول پمپ پر بھی ناکہ بندی کرنیوالوں سے ٹڈ بھیڑ ہو جائے۔ اندیشہ درست نکلا تھا.....! پٹرول پمپ کے قریب ہی اُس کی گاڑی روکی گئی اور اس بار روکنے والا سب انسپکٹر تھا۔!

”کیا مصیبت ہے صوبیدار!“ سنگ بھنا کر بولا۔

”چینگ.... اپنا نام اور پتہ بتاؤ.... نہیں.... شناختی کارڈ نکالو۔!“

”وٹ دینے نہیں جا رہا کہ شناختی کارڈ لئے پھروں گا.... یہ دیکھئے کرنل درانی صاحب کا نوٹ.... اگر ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر گاڑی نہ ٹھیک ہوئی تو شامت آجائے گی میری....!“

اُس نے اوپر آل کی جیب سے ایک پرچہ نکال کر سب انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا تھا۔!

اُس نے پرچے کی تحریر پڑھی اور سنگ سے بولا ”میں نے تمہارا نام اور پتہ پوچھا تھا۔!“

”صمد خان ملکینک.... آٹو گئیر اج نمبر تین کرم پورہ....!“

”کرنل کی گاڑی کہاں ہے....!“

”پرچے میں لکھا تو ہوا ہے کہ رستم گوٹھ کے قریب خراب ہو گئی ہے۔ اُس میں کرنل

صاحب کی فیملی سفر کر رہی ہے....!“

”جاؤ....!“ اُس نے پرچہ سنگ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔!

سنگ نے گاڑی آگے بڑھائی تھی.... اور ٹھیک اُسی وقت ایک موٹر سائیکل بھی اشارت ہوئی تھی.... اور کسی قدر فاصلے سے اُس کے پیچھے چلنے لگی تھی۔

سنگ نے اُس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اُس کے پیچھے اُس موٹر سائیکل کے علاوہ اور بھی گاڑیاں تھیں!

کئی میل تک وہ اطمینان سے اسٹیرنگ کرتا رہا تھا۔ پھر اچانک نئی پتا پڑی تھی۔ ایک پچھلا ناز دھماکے کے ساتھ فلیٹ ہو گیا تھا۔ گاڑی بائیں جانب سڑک کے کنارے اترتی چلی گئی۔! سنگ نے بریک لگائے اور انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔ چہرے پر عجیب تاثر تھا جیسے خود اپنا مضحکہ اڑا رہا ہو۔

تقاب کرنے والی موٹر سائیکل آگے نکلی چلی گئی تھی۔ سنگ نے گاڑی کا ڈکے اٹھایا۔ اوپر تلے تین پہرے رکھے ہوئے نظر آئے۔ آنکھوں میں اطمینان کی جھلکیاں دکھائی دیں.... لیکن پھر جیسے ہی اُن میں سے ایک کو آزمانے چلا تھا چہرے کی رنگت بگڑ گئی تھی.... وہ پہیہ ناکارہ تھا۔

”خدا غارت کرے!“ وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا ”تینوں بیکار ہیں۔ مونٹے حرام زادے۔!“

اُن میں سے کسی ایک پہرے کی مرمت ہو سکتی تھی لیکن اُسے اُس کے لئے قریباً دس میل پیچھے واپس جانا پڑتا اور اب وہ دوبارہ پیٹرول پمپ کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا ورنہ کسی سے بھی لفٹ مل سکتی تھی۔ اور ادھر سے بھی لفٹ لے کر واپس آ سکتا تھا!

دوسری طرف موٹر سائیکل سوار دو تین فرلانگ آگے جا کر رُکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر موٹر سائیکل کو بائیں جانب سڑک کے نیچے اتارتا لیتا چلا گیا۔! یہاں سے زمین کی سطح بتدریج اونچی ہوتی گئی تھی اور کئی فٹ اونچی جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

اُس نے موٹر سائیکل کو جھاڑیوں میں چھوڑا اور خود اوپر چڑھتا چلا گیا۔! بندروں کی سی پھرتی کا مظاہرہ کرتا رہا تھا۔ ایک جگہ رُک کر اُس نے شانے سے لٹکے ہوئے تھیلے سے دور بین نکالی اور اُسی سمت دیکھنے لگا تھا جدھر سنگ کو چھوڑ آیا تھا.... پھر دور بین تھیلے میں ڈالی تھی اور تیزی سے نیچے اُترا تھا۔ موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر وہ پیکٹ کھولا جو کیرئیر سے بندھا ہوا تھا اور اُسے اٹھائے ہوئے دوبارہ اُسی طرف چل پڑا جہاں سے سنگ ہی کو دور بین سے دیکھ چکا تھا!

اوپر پہنچ کر اُس نے بڑی تیزی سے اُس پیکٹ کو کھول ڈالا۔ پیکٹ سے ایک ایسی رائفل برآمد ہوئی جو تین ٹکڑوں میں منقسم تھی.... اُس نے پھرتی سے تینوں ٹکڑوں کو جوڑا اور نال کے اوپر

دور بین فٹ کرنے لگا۔

ادھر سنگ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ کسی سے لفٹ تو لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر اُس نے سوچا کیوں نہ دوسری طرف بھی فلیٹ وہیل ہی لگا دے۔ اس طرح کسی نہ کسی رفتار سے اگلے پٹرول پمپ تک تو پہنچ ہی جائے گا۔ اور وہیں اُن دونوں پیہوں کی مرمت کرا لے گا جوڑ کے میں رکھے ہوئے ہیں۔ وہ گاڑی کی سائیڈ سے ہٹ کر ڈکے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ کوئی چیز خاصی قوت سے باڈی سے ٹکرائی اور وہ برق کی سی تیزی سے نیچے گر گیا دوسری بار اُس کے پیروں کے قریب گردازی تھی اور وہ زمین پر پڑے ہی پڑے گاڑی کی دوسری جانب لڑھک گیا تھا۔ بات پوری طرح سمجھ میں آچکی تھی! اُس پر مخالف سمت سے دو فائر کئے گئے تھے اور وہ دونوں بار بال بال بچا تھا! پڑے پڑے ایسی اداکاری شروع کر دی جیسے گاڑی کے نچلے حصے میں کسی خرابی کی جگہ تلاش کر رہا ہو.... نہیں چاہتا تھا کہ دوسروں کی توجہ خاص طور پر اُس کی طرف مبذول ہو سکے!

پھر تیسرا فائر نہیں ہوا تھا.... لیکن وہ فوری طور پر اٹھ نہ سکا۔ اس کا توازن اڑھ ہو ہی چکا تھا کہ اس طرف سے حملہ آور کو نظر نہیں آ رہا اور نہ تیسرا فائر بھی ضرور ہوتا۔ تین منٹ تک یونہی پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور گاڑی کے پچھلے حصے میں جیک لگانے لگا! لیکن اب وہ کسی وحشی درندے کی طرح چوکنا دکھائی دیتا تھا!



وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس طرح جو گلگشت تھے جیسے وہاں ان کے علاوہ اور کوئی موجود ہی نہ ہو....! بوڑھا آدمی سن سفید تھا....! سر اور ڈاڑھی کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن لباس سلیتے سے پہن رکھا تھا! اور شاید کسی قدر اونچا بھی سنتا تھا کیونکہ اُس کے نوجوان ساتھی کو ایک ہی بات کئی بار دہرائی پڑتی تھی۔ لیکن دونوں کے درمیان ”خوردی و بزرگی“ کا شبابہ بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ بے حد بے تکلفی سے گفتگو کر رہے تھے۔

سردار گڈھ کی ایک حسین شام تھی۔ موسم بہار شباب پر تھا....! باغ عالم گیر کی ہر روش عطرپاش تھی! خوشبوئیں انکھیلیاں کرتی پھر رہی تھیں اور وہ دونوں مگن تھے! سیاحوں کی ٹولیوں سے بالکل الگ تھلگ... بسا اوقات تو ایسا معلوم ہوتا جیسے دوسروں کو بخند سمجھتے ہوں۔ نوجوان

بوڑھے آدمی سے کہہ رہا تھا ”اگر اب میں نے تمہیں لڑکیوں کو گھورتے دیکھا تو اچھا نہ ہوگا۔!“

”گھوڑیاں کہاں ہیں۔“ بوڑھے نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”گھوڑیاں نہیں لڑکیاں!“ وہ اُس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔

”لڑکیوں کو کیا کہہ رہے تھے۔!“

”انہیں مت گھورو۔۔۔ تمہاری عمر کی عورتیں بھی یہاں موجود ہیں۔!“

”بھلا کیا عمر ہوگی میری۔۔۔؟“

”پچھتر سے کیا کم ہوگی۔۔۔!“

”پچھتر سال کی عورت لاش کہلاتی ہے لہذا اُسے گھور کر کیا کروں گا۔۔۔!“

”خود تم میں کیا رکھا ہے۔۔۔!“

”عشق۔۔۔! عشق رکھا ہے مجھ میں جو کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔!“

”آہستہ بولو۔۔۔ ورنہ اگر کسی نے سن لیا تو پاگل خانے بھجوا دے گا۔!“

”تم نوجوانوں میں اس قدر مایوسی کیوں پائی جاتی ہے۔!“

”تم جیسے بوڑھوں کی وجہ سے۔۔۔ کہیں قدم بھانے کا موقع نہیں ملتا۔۔۔!“

”یہ بڑی اچھی بات کہی تم نے بوڑھوں کے بھاری بھر کم ظرف کے مقابل آنے کی جرأت بھی تو پیدا کرو۔۔۔!“

”دقیقاً نویں بات ہے!“ نوجوان بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”اچھا چلو مجھ بوڑھے کی نظر ہی سے اپنی جوان نظر کا مقابلہ کر لو۔۔۔!“

”کس طرح۔۔۔!“

”اُدھر دیکھو۔۔۔ پام کے گلے کے قریب جو عورت کھڑی ہوئی ہے اُس کے بانیں گال پر

تمہیں کیا نظر آ رہا ہے۔۔۔!“

”غالباً مکھی بیٹھی ہوئی ہے۔۔۔!“

”اُس کے پر بھی دکھائی دے رہے ہوں گے۔۔۔!“ بوڑھے نے پوچھا۔

”بالکل دکھائی دے رہے ہیں۔!“

”بکو اس۔۔۔!“ بوڑھا بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”کیا مطلب.....!“

”آنکھیں ہیں یا بٹن..... اُس کے بائیں گال پر ایک حسین سائل ہے جو تمہیں مکھی دکھائی

دے رہا ہے.....!“

”میں کہتا ہوں مکھی ہے.....!“ نوجوان اپنی بائیں ہتھیلی پر گھونسنہ مار کر بولا۔

”چلو قریب سے دیکھے لیتے ہیں.....! اگر مکھی نہ ہوئی تو تم سے سمجھ لوں گا۔!“ بوڑھے نے

غصیلے لہجے میں کہا۔

”چلو..... نہ گھوڑا دور نہ میدان.....!“ نوجوان بھنا کر بولا۔ پھر وہ دونوں ایسے ہی انداز میں

اُس عورت کی جانب بڑھے تھے کہ اُسے بھی علم ہو گیا تھا..... بڑی خوش شکل اور اسماٹ عورت

تھی اور اُس کے قریب بھی ایک فیشن اسبل بوڑھا ہی موجود تھا۔ وہ دونوں اُن کے قریب پہنچ کر

رُک گئے اور بوڑھے نے نوجوان سے کہا ”لودیکھو.....! خواہ مخواہ کبواس کئے جا رہے تھے.....!“

”چلو بھی مان گیا.....!“ نوجوان نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

”نہیں غور سے دیکھو تل ہے یا مکھی.....!“

”یہ کیا کبواس ہے.....!“ عورت کے ساتھ والا بوڑھا پیر پُنج کر بولا۔

”مم..... معاف کیجئے گا جناب.....!“ نوجوان آہستہ سے بولا۔ ”میرے چچا ہیں..... اور اول

درجے کے سکی.....!“

”آخر کبواس کیا ہے.....؟“

”پھر معافی چاہتا ہوں.....! پوری طرح سُن لیجئے..... پھر جو سزا چاہے دے دیجئے گا! بات

بات پر شرط لگاتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ اس وقت اپنی تیز نگاہی کی دھاک مجھ پر

بٹھانا چاہتے تھے۔ کہنے لگے بتاؤ ان خاتون کے بائیں گال پر کیا ہے۔ مجھے مکھی نظر آئی کہنے لگے مکھی

نہیں تل ہے۔ بس اتنی سی بات ہے.....!“

”کیا کہہ رہے ہیں.....!“ نوجوان کے بوڑھے ساتھی نے اُس سے پوچھا۔

”اونچا بھی سنتے ہیں۔!“

”آے بتاتے کیوں نہیں کیا کہہ رہے ہیں.....! صورت سے غصے میں معلوم ہوتے ہیں۔!“

نوجوان کا ساتھی بوڑھا پھر بولا۔

عورت کے چہرے پر بھی جھنجھلاہٹ کے آثار تھے اور وہ انہیں ناگواری سے دیکھے جا رہی تھی۔
”یہ بیہودہ پن ہے....!“ عورت کے ساتھی بوڑھے نے اونچی آواز میں کہا۔

”کیا بیہودہ پن ہے....!“ سکی بوڑھا بھی آنکھیں نکال کر بولا۔ ”بس ذرا شرط ہو گئی تھی....! ورنہ جیسے تمہاری بیٹی ہے ویسے ہی میری بیٹی بھی ہے....! کیوں بیٹی تم نے تو برا نہیں مانا.... بوڑھے انکل کو معاف کر دو!“

”بکواس بند کرو.... میری بیوی ہے....!“ دوسرا بوڑھا جھلا کر بولا۔

”اب بتاؤ بر خور دار....!“ سکی بوڑھے نے نوجوان کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔
”مم.... میں کیا بتاؤں....!“

”سارے بوڑھے.... حقیقتاً بوڑھے نہیں ہوتے....!“

”آخر یہ کیا بکواس کئے جا رہے ہیں۔“ دوسرے بوڑھے نے نوجوان سے کہا۔ اب وہ بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتا تھا۔

”حضور پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ سکی ہیں۔!“ نوجوان گڑگڑا کر بولا۔

اتنے میں عورت نے دونوں کی نظر بچا کر اپنے ساتھی کو آنکھ ماری تھی اور وہ ان دونوں کو غور سے دیکھنے لگا تھا.... اتنے میں سکی بوڑھے نے نوجوان سے پوچھا۔ ”اب کیا فرما رہے ہیں۔!“
”کچھ نہیں....!“ نوجوان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”لیکن جناب....!“ عورت کے ساتھی نے کہا۔ ”میں اس جملے کی وضاحت ضرور چاہوں گا کہ سارے بوڑھے حقیقتاً بوڑھے نہیں ہوتے....!“

”اب کیا عرض کروں.... شرم آتی ہے.... میرے چچا ہیں.... اور پھر ان خاتون کی موجودگی میں۔!“

”پرواہ مت کیجئے۔ ہم دونوں بے حد آزاد خیال ہیں ورنہ اس وقت خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔“

”یہ بات تو ہے جناب....!“

”اُس جملے کی وضاحت....!“

”بات دراصل یہ ہے....!“ نوجوان آہستہ سے بولا۔ ”جوان عورتوں کو گھورا کرتے ہیں۔“

میں کہتا ہوں اپنی عمر کی عورتوں پر عنایت فرمایا کیجئے.... نہیں مانتے۔!“

”بس اتنی سی بات تھی....!“ دوسرا بوڑھا منہ بنا کر بولا۔

”یعنی یہ کوئی بات ہی نہیں۔!“ نوجوان نے حیرت سے کہا۔

”کوئی غیر معمولی بات نہیں۔! یہ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ہر بوڑھا حقیقتاً بوڑھا نہیں ہوتا۔!“

اس دوران میں سکی بوڑھا ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ آخر کار نوجوان

سے بولا ”کیا تم میرے سلسلے میں معذرت کر رہے ہو۔!“

”کیا نہ کرنی چاہئے....!“ نوجوان نے جھنجھلا کر پوچھا۔

”ہر گز نہیں.... مجھے اپنے کسی فعل پر شرمندگی نہیں ہوتی۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ دوسرا بوڑھا ہاتھ ہلا کر بولا اور پھر نوجوان سے کہا۔ ”انہیں خواہ خواہ

غصہ نہ دلائیے.... مجھے ان سے ہمدردی ہے، نفسیاتی مریض ہیں۔“

”وہ تو ہے۔“

اب کیا فرما رہے ہیں....!“ سکی بوڑھے نے پوچھا۔

”کچھ نہیں....!“ نوجوان اونچی آواز میں بولا ”تمہاری پرسنالٹی کی تعریف کر رہے ہیں....“

اور انہوں نے کسی بات کا برا نہیں مانا۔!“

”سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“ اُس نے خوش ہو کر کہا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتا

ہوا بولا۔ ”مجھے دال بخش کہتے ہیں۔!“

دوسرے بوڑھے نے گرم جوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد نوجوان سے کہا تھا۔ ”یہ نام سمجھ

میں نہیں آیا.... دال بخش....!“

”نام کا مخفف سمجھ لیجئے۔ جیسے اے.... ڈی.... اختر.... یعنی احمد دین اختر یہ انگریزی کے

حروف نہیں استعمال کرتے اس لئے دال بخش کو دال بخش کر دیا ہے۔“

”اوہ.... اچھا.... اچھا.... اور آپ کا نام....!“

”خادم کو یا اور بخت کہتے ہیں۔!“

”آپ بخش سے بخت کیونکر ہو گئے....!“ بوڑھے نے ہنس کر پوچھا۔

”مجھ تک پہنچتے پہنچتے ”ش“ کا ایک نکتہ اور دائرہ غائب ہو گیا ہے اور میرے بچے صرف ”زہ جائیں گے!“

اس بات پر عورت زور سے ہنسی تھی۔ اور سکی بوڑھا حیرت سے سمجھنے کی شکل دیکھنے لگا تھا۔!

”میرا نام ضخیم اشرف ہے....!“ دوسرے بوڑھے نے نوجوان سے کہا ”اور میں ماہر نفسیات

ہوں۔! اگر آپ اپنے چچا کا نفسیاتی معالجہ کرانا چاہیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ کوئی معاوضہ نہیں لوں گا۔

اس عمر کے لوگوں کا علاج کر کے مجھے نئے تجربات حاصل ہوتے ہیں۔!“
 ”کاش یہ ٹھیک ہو سکیں۔! ویسے بے حد عمدہ آدمی ہیں۔ میرے ساتھ دوستوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر کبھی غلطی سے ”آپ“ کہہ دوں تو بگڑ جاتے ہیں۔! کہتے ہیں ”تم“ کہہ کر مخاطب کرو۔!“
 ”شاندار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!“ بوڑھے نے کہا۔

”آپ ان سے بھی زیادہ شاندار معلوم ہوتے ہیں کہ ایک ناپسندیدہ آدمی کو شاندار کہہ رہے ہیں!“
 ”یہ میرے لئے ناپسندیدہ نہیں ہو سکتے! میں ان کے اندر ایک درد مند آدمی دیکھ رہا ہوں۔!“
 ”دل درد مند نہ رکھتے تو لڑکیوں کو کیوں گھورتے پھرتے۔!“ نوجوان نے طنز یہ لہجے میں کہا۔!
 ”میں نے آپ کا چور بھی پکڑ لیا ہے جناب“ ضحیم اشرف مسکرا کر بولا۔
 ”میرا چور.... کیا مطلب....؟“

”ان کی موجودگی میں احساس کمتری.... لڑکیاں ان کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور آپ کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں۔!“

نوجوان کے چہرے پر کھسیا ہٹ آئی تھی اور وہ بغلیں جھانکنے لگا تھا۔
 ”پرواہ نہ کیجئے۔“ ضحیم اشرف اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”آپ کا علاج بھی ہو جائے گا۔ ابھی چلے میرے ساتھ اور میرا ٹھکانا دیکھ لیجئے۔!“
 نوجوان نے کنکھیوں سے عورت کی طرف دیکھا جو سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔ دفعتاً سکی بوڑھے نے پوچھا۔ ”اب کیا فرما رہے ہیں....!“

”ہم لوگوں کو اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔“ نوجوان نے اونچی آواز میں کہا۔
 ”کیا بات ہوئی۔ ابھی جھگڑا کر رہے تھے اور اب گھر لے جانا چاہتے ہیں۔!“
 ”اپنی غلط فہمی کا ازالہ کریں گے۔“ وہ اُس کے بائیں کان سے منہ لگا کر بولا۔
 ”کیسی غلط فہمی۔!“

”یہ سمجھتے تھے کہ تم بس یونہی ہو۔!“
 ”بس یونہی کا کیا مطلب....!“ بوڑھا ضحیم اشرف کو گھورتا ہوا بولا۔
 ”میں نے کچھ نہیں کہا۔“ ضحیم اشرف بھی آگے بڑھا اور اُس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔ ”یہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں.... مطلب یہ کہ میں تو آپ کو بہت اچھا آدمی سمجھتا ہوں اور آپ کے کان سے بڑی دلاؤ و یزخو شبو آرہی ہے....!“

”مٹی کا عطر ہے.... تین سو سال سے ہمارے خاندان میں محفوظ چلا آرہا ہے!“

”میں کہہ رہا تھا کہ میرے گھر چلے.... آپ کی طرف دل کھنچ رہا ہے!“

”دل کو قابو میں رکھئے.... میں ضرور چلوں گا۔“ سکی بوڑھے نے فخریہ انداز میں اپنے بھتیجے

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔!

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ وہاں سے روانہ ہو گئے تھے....! سیاہ رنگ کی مرسیڈیز کار

تھی.... دونوں بوڑھے اگلی سیٹ پر بیٹھے تھے.... یادور بخت بیگم اشرف کے ساتھ کچھیلی سیٹ پر

تھا۔ ضخیم اشرف نے اسٹیرنگ سنبھالا۔

”آپ لوگ غالباً سیاح ہیں....!“ بیگم اشرف نے یاد سے پوچھا۔

”جی ہاں.... شاہ دارا سے آئے ہیں۔!“

”کیسا لگا سردار گدھ آپ کو....!“

”اس بار تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔!“

”گویا ہر سال آتے ہیں۔!“

”جی ہاں....! لیکن اتنے اچھے لوگوں سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔!“

”اپنی پسند کے لوگ تلاش کئے جاتے ہیں۔ یونہی نہیں مل جایا کرتے۔!“

”لیکن ہمیں تو تلاش کئے بغیر ہی مل گئے ہیں۔!“

”اتفاق ہے۔!“

ادھر سکی بوڑھا ضخیم اشرف کے کان کھا رہا تھا!“ آج کل کے لونڈے خود کو نہ جانے کیا

سمجھتے ہیں۔ اب یہی ہیں ہمارے بر خوردار اُن کا خیال ہے کہ یہ دنیا کے سارے علوم و فنون کے ماہر

ہیں.... لیکن ابھی پوچھ لوں کہ کسی بد صورت اور اپانچ سے عشق کیوں نہیں ہوتا تو بیہوش ہی

ہو جائیں گے۔!“

”نہ ضخیم اشرف ہی کچھ بول رہا تھا اور نہ اُس کا بھتیجا یادور.... کیونکہ اُس سے کچھ کہنے کے

لئے یا تو چیخنا پڑتا تھا یا کان سے منہ لگا کر بات کرنی پڑتی تھی.... بس وہ خود ہی بولے جا رہا تھا۔

”انہوں نے تو آپ کی زندگی تلخ کر دی ہوگی۔!“ بیگم اشرف نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں....! انہیں شکست دینے پر آجاؤں تو گھنٹوں ان کے کان سے

منہ لگائے بیٹھا بکواس کرتا رہتا ہوں اور اس طرح جکڑے رہتا ہوں کہ اٹھ کر بھاگ بھی نہیں

سکتے۔ مجھ سے زیادہ طاقتور تو نہیں ہیں۔!“

”پھر آپ ہی بتائیے.... وہ سکی ہیں یا آپ....!“

”حقیقتاً سکی تو دادا جان تھے۔!“

”وہ کیا کرتے تھے....!“ بیگم اشرف نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔!

”وہ کیا نہیں کرتے تھے....!“ یادِ بخت ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

”کچھ تو بتائیے....!“

”مجھے تو یاد نہیں! دوسروں سے سنا ہے! ایک درجن طوطے پال رکھے تھے اور انہیں گندی

گندی گالیاں رنائی تھیں۔ ادھر کسی نے ڈیوڑھی میں قدم رکھا اور طوطوں نے لاکارنا شروع کر دیا۔

آگیا حرام زادہ وقت برباد کرنے۔ تیری صورت پر پھنکار... کہیں اور جامر.... وغیرہ وغیرہ....!“

بیگم اشرف ہنسی کے مارے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔ یادِ بخت طویل سانس لے کر

بولا۔ ”پھر ایک دن ایسا ہوا کہ شاید کسی وجہ سے طوطوں کا موڈ خراب تھا جیسے ہی دادا جان اُن کی

خبر گیری کو آگے بڑھے۔ ایک طوطے نے لاکارنا“ آگیا حرام زادہ وقت برباد کرنے۔“ بس پھر

سمحوں نے اپنا اپنا سبق دہرا کرنا شروع کر دیا تھا.... اُسی دن سارے طوطے ذبح کر دیئے گئے۔!“

”کمال ہے....!“ آپ کا گھرانہ تو ایسے خانہ ہمہ آفتاب است....!“ اگلی سیٹ سے ضخیم

اشرف نے کہا۔!

”جی مجھ سے کچھ فرمایا....!“ دال بخش نے چونک کر پوچھا۔

ضخیم اشرف نے سر کو منفی جنبش دی تھی۔!

”آخر مجھ سے کیوں نہیں کچھ فرماتے.... اُن بر خوردار میں کون سے سرخاب کے پر لگے

ہوئے ہیں۔!“

دفعۃً یادِ بخت آگے جھکا اور اپنے بچا کے کان سے منہ لگا کر بولا۔ ”میرے ساتھ حلق نہیں

پھاڑنا پڑتا۔! تم آخر جلتے کیوں ہو اکل ڈیر....!“

”اچھا.... اچھا.... خیر.... خیر.... دیکھا جائے گا۔!“ دال بخش کا سر دیر تک ہلتا رہا تھا۔

اڑی عابد روڈ پر ایک عجیب وضع کی عمارت کے کپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ یہ عمارت گلوب کی

کل کی تھی اور اس کا نام فانوس تھا۔!

وہ گاڑی سے اترے....!

دال بخش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمارت کو دیکھے جا رہا تھا۔! ضخیم اشرف نے اُس کے شانے پر

ہاتھ رکھ کر کہا ”اندر تشریف لے چلے۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ نہ میں انڈے سے نکلا ہوں اور نہ کسی انڈے میں داخل ہو سکتا ہوں۔!“

”آپ اندر سے اس عمارت کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے....!“

”مجھے باہر ہی خوش رہنے دیجئے.... زردیاں اور سفیدیاں بہت دیکھی ہیں میں نے....!“

”میں تو جا رہا ہوں....!“ یا در بخت غصیلے لہجے میں چیخا۔!

”میں باہر ہی انتظار کروں گا.... شوق سے جاؤ۔!“

ضخیم اشرف نے بے بسی سے یا در بخت کی طرف دیکھا۔

”میں نے تو پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ ایشیا کے عظیم سنگی ہیں۔!“

”میں کہتا ہوں تم جاؤ۔!“ دال بخش نے بھیجے سے کہا۔! ”میں قیامت تک تمہارا اسی جگہ

انتظار کروں گا۔!“

”اس کا کیا مطلب ہوا....!“ ضخیم اشرف نے یا در سے پوچھا۔

”کسی بات کا کوئی مطلب نہیں! میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ انہیں یہیں کھڑا رہنے دیجئے۔!“

”کمال ہے....! انہی کی وجہ سے تو میں نے اپنی اس وقت کی تفریح برباد کی ہے۔ ورنہ باغ

سے ابھی کیوں آتا۔!“

”تو پھر یہیں کھڑے کھڑے انکا نفسیاتی علاج کر دیجئے۔! یہ تو ہر گز اندر نہیں جائیں گے۔!“

”آخر وہاں سے کیوں چلے آئے تھے۔!“

”اگر عمارت کی ساخت کا پتا چل جاتا تو ہر گز نہ آتے۔!“

”واقعی خطرناک قسم کی سنگ معلوم ہوتی ہے۔! اور جناب عالی! نفسیاتی علاج کھڑے کھڑے

نہیں ہو جاتا۔! اس میں وقت لگتا ہے۔!“

”میں جانتا ہوں....!“ یا در سر ہلا کر بولا۔

”تو پھر کیا کریں....!“

”کچھ بھی نہیں....! میں اس عمارت کو اندر سے دیکھ لینے کے لئے بے چین ہوں۔!“

”چلے....! میں دکھاؤں....!“ بیگم اشرف بے تکلفی سے اُس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ ”اُن دونوں کو یہیں کھڑا رہنے دیجئے۔!“

اور پھر حقیقتاً یہی ہوا تھا۔ دونوں بوڑھے باہر ہی رہ گئے تھے اور وہ اُسے لئے ہوئے اندر آئی تھی۔ عمارت کا ڈھنگ عجیب تھا۔! باہر سے گلوب کی شکل تھی۔ لیکن اندر پہنچ کر یہ تصور ختم ہو گیا تھا کہ باہر سے عمارت کی بناوٹ کیا تھی....! کمرے مستطیل تھے اور چھتیں مسطح جیسے عام مکانوں کی ہوتی ہیں۔

”پروفیسر بھی سکی ہیں۔!“ دفعتاً بیگم اشرف نے کہا۔
”اچھا تو پھر....!“

”وہ کسی نہ کسی طرح آپ کے چچا کو اندر لے آئیں گے۔ خواہ ملازموں کی مدد سے اٹھوانا ہی کیوں نہ پڑے۔!“

”غضب ہو جائے گا۔!“ یاور بوکھلا کر بولا۔
”کیا مطلب....؟“

”اگر زبردستی کی گئی تو ایک آدھ کی جان ضرور جائے گی۔!“
”میں نہیں سمجھی....!“

”بخش خاندان کا کوئی فرد اسے برداشت نہیں کر سکتا۔! جلدی کیجئے.... پروفیسر کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کیجئے....! ورنہ کسی ملازم کا خون آپ کی گردن پر ہو گا۔!“

”ہونے دیجئے....! دیکھا جائے گا....! ہاں تو آپ....!“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔
”جی ہاں فرمائیے....!“

”پروفیسر ماہر نفسیات ہیں....! اور میں جسموں کی معالج ہوں۔!“
”اوہو.... لیڈی ڈاکٹر....!“

”صورت دیکھ کر بتا سکتی ہوں کہ آپ کس مرض میں مبتلا ہیں۔!“
”میں تو کسی بھی مرض میں مبتلا نہیں ہوں۔!“

”دو سال بعد آپ کو احساس ہو سکے گا کہ آپ کس موذی مرض کا شکار ہوئے ہیں۔!“
”ایسا نہ کہئے....!“ یاور بوکھلا کر بولا۔

”یقین کیجئے.....!“ بیگم اشرف..... چند لمحے پر تشویش انداز میں کچھ سوچتی رہی پھر سوال

کیا ”آپ نے کب سے اپنا خون ٹسٹ نہیں کرایا۔!“

”کبھی نہیں کرایا۔ ضرورت ہی نہیں پڑتی۔!“

”اسی لئے تو امراض آخری اسٹیج میں داخل ہو جانے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر تو صحت

یاب ہونے میں بھی دیر لگتی ہے یا مریض جانبر ہی نہیں ہو سکتا۔!“

”خدا را بتائیے..... میں کس مرض میں مبتلا ہوں۔!“

”آپ کے اندر چیچک کے جراثیم سے متاثر ہو جانے کی ٹنڈنسی موجود ہے۔! میں

پتھالوجسٹ بھی ہوں۔ آپ کا خون ٹسٹ کر کے ثابت کر سکتی ہوں۔!“

”چیچک... خدا کی پناہ... میرا چہرہ داغ دار ہو جائے گا۔“ یاد بہت زیادہ بدحواسی کے عالم میں بولا۔

”فکر مت کیجئے۔ اس کا تدارک بھی ہو جائے گا آپ زندگی بھر چیچک کے شکار نہ ہو سکیں گے۔!“

”تو پھر کچھ کیجئے.....!“

”سب سے پہلے خون ٹسٹ کروں گی۔!“

”ضرور..... ضرور..... میں تیار ہوں..... جتنا دل چاہے خون نکال لیجئے۔!“

وہ اُسے تجربہ گاہ میں لائی تھی اور ہائیڈروک سیرنج سے اُس کا خون نکال کر محفوظ کر لیا تھا۔!

”آپ لوگ کہاں مقیم ہیں۔!“ اُس نے یاور سے پوچھا۔

”انٹرنیشنل کے کمرہ نمبر گیارہ اور بارہ میں۔!“

”بس کل آپ کو رپورٹ مل جائے گی اور کل ہی سے علاج بھی شروع ہو سکے گا۔ اگر آپ

نے پسند کیا۔!“

”کیوں نہیں..... کیوں نہیں.....! لیکن اس کا ذکر پچاسے نہ آنے پائے۔ وہ میرا مذاق

اڑائیں گے..... میں اُن کی لاعلمی میں تنہا ہی آؤں گا۔!“

”یہ اور بھی اچھا ہو گا.....!“ وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ”ذرا برابر بھی پریشان

ہونے کی ضرورت نہیں.....! میرا طریق علاج آپ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے گا۔!“

”بہت بہتر..... تو کل کس وقت آؤں۔!“

”جس وقت بھی دل چاہے ہم زیادہ تر گھر ہی پر ملتے ہیں۔ آج اتفاقاً بہت دنوں بعد باغ کی

طرف جانکلے تھے۔! خیر..... چلے اب دیکھیں کہ آپ کے چچا صاحب پر کیا گذری۔!“
 ”جی ہاں..... مجھے بھی تشویش ہے۔ کہیں وہ سر کے بل نہ کھڑے ہو گئے ہوں۔!“
 ”کیا مطلب.....؟“

”جب اُن کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں تو سر کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں۔! اس کی پرواہ کئے بغیر کہ کہاں ہیں۔!“

وہ عمارت سے باہر آئے۔ دونوں بوڑھے اب بھی اُسی جگہ کھڑے تھے جہاں انہیں چھوڑ کر وہ اندر گئے تھے۔ دونوں کے درمیان کسی مسئلے پر بحث جاری تھی انہیں دیکھ کر خاموش ہو گئے۔!
 ”تم نے آج میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔!“ یاور کا چچا اُسے گھونہ دکھا کر بولا۔ اور یاور کھسیانے انداز میں ہنسنے لگا۔! دفعتاً بیگم اشرف آگے بڑھی اور اُس کے کان سے منہ لگا کر بولی ”تو کون سی آفت آگئی۔ میں نے آپ کے بھتیجے کے کان نہیں کاٹ لئے۔!“

”ارے آپ اس کی گردن بھی کاٹ دیتیں تو مجھے پرواہ نہ ہوتی۔ لعنت ہے ایسے بھتیجے پر کہ چچا کو باہر چھوڑ کر خود اندر چلا جائے گا۔!“
 ”آپ بھی چلے.....!“

”جی نہیں شکریہ.....! میں گول چیزوں سے دور بھاگتا ہوں۔!“
 ”تو پھر اپنے اوپر یہ گول کھوپڑی کیوں لئے پھر رہے ہیں۔!“ ضحیم اشرف غصیلی آواز میں چیخا۔!
 ”بالکل گول نہیں ہے.....!“
 ”اگر ہوتی تو کیا ہوتا۔!“

”میں ایسا ہر گز نہ ہوتا جیسا اب ہوں۔!“
 ”پلیز پروفیسر.....!“ یاور آہستہ سے بولا۔ ”ان کے منہ نہ لگئے۔ اب ان کا موڈ خراب ہو گیا ہے۔ آدمیوں کی طرح باتیں نہیں کریں گے۔!“

”کیا کہہ رہے ہو چپکے چپکے.....!“ دال بخش نے پوچھا۔
 ”واپسی کی اجازت طلب کر رہا ہوں۔!“ یاور نے جواب دیا۔
 ”ہاں.... بہتر ہے... اب تشریف لے جائیے!“ ضحیم اشرف نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔
 یاور نے اپنے چچا کا بازو پکڑا اور پھانک کی طرف مڑ گیا۔

”ٹھہریے....!“ بیگم اشرف آگے بڑھ کر بولی....! ”گاڑی سے بھجوائے دیتی ہوں۔!“
 ”کہاں تکلف کیجئے گا۔!“

”کیا فرما رہی ہیں....!“ بوڑھے نے پوچھا۔
 ”کہتی ہیں اپنی گاڑی سے بھجوادوں....!“

”اگر یہ کہتی ہیں تو ٹھیک ہے۔ اُن صاحب کی بات تو ہر گز نہیں مانوں گا۔!“
 ”جنم میں جاؤ۔!“ کہتا ہوا پروفیسر عمارت کی طرف مڑ گیا۔



سنگ نے اندازہ لگالیا تھا کہ فائر کس طرف سے ہوئے تھے۔ لیکن خود خالی ہاتھ ہونے کی بناء پر فوری طور پر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔

بہر حال وقت گزر رہا تھا....! اور پھر فائر نہیں ہوئے تھے۔ اُس نے گاڑی کے پچھلے حصے میں دوسری طرف بھی فلیٹ مائر والا وہیل لگایا تھا اور گاڑی غالباً پندرہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل پڑی تھی۔!

اس طرح اگلے تیس میل شائد دو گھنٹے میں طے ہوئے تھے۔! اور وہ نعیم آباد کے پٹرول پمپ تک جا پہنچا تھا۔! دو نائروں کی مرمت کرانے کے بعد سفر دوبارہ شروع ہوا تھا۔!
 سردار گڈھ پہنچتے پہنچتے رات کے تین بج گئے۔ لیکن سنگ کی پیشانی پر شکن تک نہیں تھی۔
 ایسا لگتا تھا جیسے یہ روزانہ کا معمول ہو۔!

اُس کے جسم پر ایک بھی گرم کپڑا نہیں تھا اور وہ تھی سردار گڈھ کی ایک سردرات۔ کھلی فضا میں تو اُن کے دانت بھی بجنے لگتے تھے جنہوں نے گرم سوٹوں پر اُور کوٹ پہن رکھے ہوتے تھے۔
 گاڑی ایک شبینہ ڈرگ اسٹور کے سامنے روکی تھی۔ اور اتر کر کاؤنٹر پر آیا تھا۔ سبز مین اُسے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اور اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے سامنے پڑے ہوئے پیڈ پر جلدی جلدی لکھنے لگا۔ ”جناب عالی پولیس آپ کی تلاش میں ہے۔ رفعت منزل کے علاوہ اور ہر جگہ آپ تلاش کر چکی ہے۔ وہ لوگ یہاں ایک ایسا آلہ چھوڑ گئے ہیں جس کے ذریعے ہماری گفتگو کا ایک ایک لفظ کہیں اور سنا جاسکے گا۔!“

سنگ نے تحریر پر نظر ڈالی تھی اور ڈرگ اسٹور سے نکل کر پھر گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔ یہاں

پولیس کو اُس کی تلاش تھی لیکن سرنگی کے نام سے کاسمو فیک کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر کی حیثیت سے بعض امور کی جواب دہی کرنی تھی۔ پولیس نے اُس کے دفتر کو سیل کر دیا تھا۔ لیکن عملے کے کسی فرد کو حراست میں نہیں لیا تھا۔ البتہ ہر ایک کی نگرانی جاری تھی۔

سنگ نے اُس گیراج کا رخ کیا جہاں حسب وعدہ گاڑی چھوڑنی تھی.... گیراج کا چوکیدار شائد اُس گاڑی کو اچھی طرح پہچانتا تھا.... اُس کے رکتے ہی دوڑا آیا لیکن پھر خلاف توقع کسی اجنبی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا!

”سب ٹھیک ہے....!“ سنگ سر ہلا کر بولا۔ ”گاڑی یہیں رہے گی۔ میں ادھر پہلی بار آیا ہوں.... گاڑی ایک جگہ خراب ہو گئی تھی۔ سیٹھ نے مجھے بھیجا کہ ٹھیک کر کے یہاں پہنچا دوں.... ادھر فون بھی ہے....!“

”ہے اُستاد....!“ چوکیدار نے کہا۔

”میں ایک کال کروں گا....!“ سنگ گاڑی سے اُترتا ہوا بولا۔

”ضرور اُستاد....!“ چوکیدار نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

وہ اُسے گیراج کے اُس حصے میں لایا تھا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ سنگ نے کسی کے نمبر ڈائل کئے۔ لیکن فوری طور پر جواب نہ ملا۔ تین بار رنگ کرنے کے بعد.... دوسری طرف سے ریسپور اٹھائے جانے کی آواز سنی تھی۔ پھر کسی نے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں کال کا جواب دیا۔

”کیا ایفون کھا کر سوئے تھے....!“ سنگ نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”اُوہ.... اُوہ.... جناب....! معاف فرمائیے گا۔!“

سنگ نے کنکھیوں سے چوکیدار کی طرف دیکھتے ہوئے انگلش میں کہا! ”شاہی دیوار کے قریب فوراً گاڑی چاہئے۔! بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اور ہاں.... خیال رکھنا کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا.... اگر یہ محسوس کرو تو گاڑی کو جنرل پوسٹ آفس کے قریب چھوڑ کر خود فورچیکر ہو جانا۔ کنجی اکنیشن ہی میں چھوڑ دینا۔!“

”میں احتیاط رکھوں گا جناب....! لیکن ابھی تک یہاں کے کسی فرد کا تعاقب نہیں کیا گیا۔

یہ عمارت محفوظ ہے۔!“

”پھر بھی اگر تم بیس منٹ میں شاہی دیوار تک نہ پہنچے تو میں سمجھ لوں گا کہ اب گاڑی جنرل پوسٹ آفس کے قریب ملے گی۔!“

”بہت بہتر جناب....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور سنگ نے ریسور کریڈل پر رکھ دیا۔

”چائے بناؤں استاد....!“ چوکیدار نے پوچھا۔

”نہیں دوست.... پھر کبھی۔!“

”تو کیا پیدل ہی جاؤ گے۔!“

”زیادہ دور نہیں جانا۔ ایک ساتھی کا گھر قریب ہے۔!“ سنگ نے کہا اور گیراج سے نکلا چلا آیا۔ دس منٹ میں وہ اُس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں گاڑی منگوائی تھی.... اور یہاں اُسے سات آٹھ منٹ منتظر رہنا پڑا تھا۔

ایک لمبی سی سیاہ گاڑی مقررہ وقت سے دو منٹ پہلے ہی وہاں پہنچ گئی تھی۔!

”سب ٹھیک ہے....!“ سنگ نے کھڑکی کے قریب پہنچ کر پوچھا۔!

”جی ہاں.... تعاقب نہیں کیا گیا۔!“

”اچھا.... پیچھے جاؤ.... میں خود ڈرائیو کروں گا۔!“

ایک آدمی اگلی سیٹ سے اتر کر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ سنگ نے اسٹیرنگ سنبھالا۔ اور گاڑی

حرکت میں آگئی۔

”دونوں لاشیں پہنچ گئی تھیں۔!“ سنگ نے کچھ دیر بعد پوچھا۔!

”دونوں....!“ پچھلی سیٹ والے نے حیرت سے کہا! ”نہیں جناب.... صرف ایک۔!“

”کون سی پہنچی تھی۔!“

”وہی جناب جو پولیس نے جنگل سے اٹھائی تھی۔!“

”اب کہاں ہے۔!“

”ارے جناب.... آپ ہی کی ہدایت پر تو جلادی گئی تھی۔!“

”میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔!“

”میں نے آپ کی کال ریسور کی تھی۔!“

”کس طرح یقین کر لیا تھا کہ وہ میری ہی کال تھی۔!“

”جس طرح اس وقت نیند میں ہونے کے باوجود بھی یقین کر لیا تھا۔ آپ نے اپنا نام تو نہیں بتایا تھا!“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس آواز اور میری آواز میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں تھا!“

”نہیں جناب....! مجھے سخت حیرت ہے۔!“

”جن سے لاش چوری کرائی گئی تھی انہیں بھی اس پر حیرت ہے لیکن یقین کرو کہ میں نے ایسا حکم کبھی کسی کو نہیں دیا۔!“

”بڑی عجیب بات ہے۔!“

”اس دوران میں میری طرف سے اور کیا احکامات ملے ہیں۔!“

”کچھ بھی نہیں.... بس لاش کے سلسلے میں.... یا اس وقت گاڑی کے لئے۔!“

”تم جانتے ہو کہ تم میرے معتمد ترین آدمی ہو۔!“

”اس کے لئے میں شکر گزار ہوں جناب۔!“

”آج جب میں یہاں آ رہا تھا تو گاڑی کا ایک نائز فلیٹ ہو گیا....! نیچے اتر کر دیکھ ہی رہا تھا کہ

مجھ پر دو فائر کئے گئے۔!“

”نہیں....!“ دوسرا آدمی اُچھل پڑا۔

”یقین کرو....! ہر چند کہ پولیس کو میری تلاش تھی۔ لیکن کہیں کی بھی پولیس میری لاش

نہیں چاہتی مجھے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔!“

”میں جانتا ہوں جناب....!“

”میرے پاس بعض حکومتوں کے بہت بڑے بڑے راز ہیں۔ ان کے خلاف دستاویزی

ثبوت میرے قبضے میں ہیں۔! اس لئے کوئی بھی پُچ پچاتے مار ڈالنا پسند نہیں کرے گا۔!“

”درست فرما رہے ہیں جناب....!“

”پھر دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔!“

”حیرت ظاہر کرنے کے علاوہ اور کیا عرض کر سکتا ہوں۔!“

”کاسوفنگ کی کیا رپورٹ ہے....؟“

”دفتر میل کر دیا گیا ہے.... عملے کی نگرانی ہو رہی ہے اور آپ کی تلاش جاری ہے۔!“

”تم پر تو کسی کی نظر نہیں۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”سننا ہے رفعت منزل کی بھی نگرانی نہیں ہو رہی۔!“

”دھوکا ہے جناب! میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ رفعت منزل کو نظر انداز کر دیں گے۔!“

”میرا بھی یہی خیال تھا۔!“

”اور کوئی خاص بات۔!“

”کیپٹن فیاض پھر دوڑیں لگا رہا ہے۔!“

”کیا مطلب....!“

”خدا کی پناہ! کیا آپ کو اس کا بھی علم نہیں۔!“

”سب کچھ جلدی سے بتا جاؤ۔!“

”پانچ نمبر والوں نے اُسے پکڑ کر اُس کے سینے پر کچھ دھاریاں ڈال دی تھیں پھر بیہوشی کی حالت میں سڑک کے کنارے ڈال گئے.... وہاں سے ایک عورت لے گئی.... اور کچھ دن وہاں رہا.... پھر وہ عورت بھی غائب ہو گئی.... اور اب کئی کئی میل تک دوڑتا چلا جاتا ہے۔!“

”کیا تم نے اُس عورت کو دیکھا ہے۔!“

”جی ہاں....!“

”اُس کا حلیہ بتاؤ۔!“

”حلیہ.... حلیہ....!“ وہ متفکرانہ لہجے میں بولا ”اس کے علاوہ اور کچھ یاد نہیں کہ بہت خوبصورت عورت تھی۔!“

”ہوں.... اچھا....!“

”یقین کیجئے کہ چرے کی بناوٹ یاد نہیں....! بس یہ تاثر ذہن میں موجود ہے کہ بہت خوبصورت تھی۔!“

”مجھے یقین ہے....!“ سنگ دانت پیس کر بولا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر سنگ نے پوچھا ”اب وہ عورت کہاں ہے....؟“

”مجھے علم نہیں ہے.... میں نے تو کیپٹن فیاض پر آپ کے حکم کے مطابق پہلے ہی سے نظر

رکھی تھی۔ اس لئے اُس عورت کو بھی دیکھ سکا تھا۔ پانچ نمبر میں سارے ہی سفید فام غیر ملکی ہیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ عورت بھی اُنہی میں سے ہوگی۔“

”کیا خیال ہے تمہارا پانچ نمبر والوں نے یہ حرکت میرے حکم سے کی ہوگی۔!“

”آپ انچارج ہیں جناب۔!“

”ہرگز نہیں۔! میں نے پانچ نمبر والوں کو بھی ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔!“

”تو پھر وہ من مانی کر رہے ہیں۔!“

”یہی تو دیکھنا ہے۔ اگر من مانی کر رہے ہیں تو کیوں....؟“

”میں تو یہی سمجھتا تھا کہ آپ انچارج ہیں۔!“

”میں بھی یہی سمجھتا ہوں.... وہ میرے ہی چارج میں تھے۔ اور اگر کوئی تبدیلی ہوئی ہے تو مجھے اس کا علم ہونا چاہئے تھا۔!“

”قاعدے کی بات ہے۔!“

”کیپٹن فیاض کو کیوں چھیڑا گیا۔ میں نہیں جانتا۔!“

”میں جانتا ہوں۔ اُس سے کہا گیا تھا کہ اگر اُس نے اپنے اُس دوست کو واپس نہ کیا تو کسی

وقت بھی اُس کا پورا جسم دھاری دار بنا دیا جائے گا۔!“

سنگ کچھ نہ بولا۔ اُس کے ہونٹ سختی سے بچھے ہوئے تھے اور گاڑی کسی نامعلوم منزل کی طرف چلی جا رہی تھی۔!

”آج سردی بڑھ گئی ہے جناب....!“ پچھلی سیٹ والے نے کہا۔ ”اور آپ شاید گرم پٹوں میں نہیں ہیں۔!“

”اس اور آل کے نیچے سوئی کپڑے کا شلوار سوٹ ہے۔!“

”آپ فولاد کے بنے ہوئے ہیں جناب۔!“

”تم میرے ذاتی آدمی ہو۔ تمہارا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔!“

”اور آپ مجھے ہمیشہ اپنا وفادار پائیں گے۔ میں طاقت کا ہجاری ہوں۔!“

”اس قضیے سے پنشن کے بعد تم سردار گڈھ کے سب سے زیادہ مالدار آدمی ہو گے۔!“

”پھوٹی کوڑی بھی نہ ملے تو پرواہ نہ ہوگی۔ میرے لئے یہی اعزاز کیا کم ہے کہ آپ میرے ہیں۔!“

”نشانہ باز جاپانی کہاں مقیم ہے....؟“

”اُس کا کوئی خاص ٹھکانہ نہیں.... شہر میں نہیں نکلتا۔!“

”کب سے نہیں دکھائی دیا۔!“

”شائد پرسوں دیکھا تھا.... تو کیا اُسی نے آپ پر فائر....!“

”میرا یہی خیال ہے....! وہ کئی فرلانگ دور سے صحیح نشانہ لے سکتا ہے۔! میری جگہ اور کوئی ہوتا تو....!“ سنگ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

”لیکن کیوں....؟“

”یہی تو دیکھنا ہے.... اور پھر بتاؤں گا انہیں کہ میں کیا چیز ہوں۔!“

”آپ تنظیم کے بڑوں میں سے ہیں۔!“

”سب فریب ہے۔ سفید فاموں کی بالادستی کی چھاؤں میں بڑا ہوں اور بس.... یہ مردود

کتنی ہی مساوات کی باتیں کریں سب دھوکا ہوتا ہے ایک خوبصورت فریب۔!“

”یہ دھاری دار آدمی کیوں بنائے جا رہے ہیں۔!“

”مجھے نہیں بتایا گیا۔!“

”اور یہ بچارے اپنی اصلی حالت پر آ بھی سکیں گے یا نہیں۔!“

”میں یہ بھی نہیں جانتا۔ اسے چھوڑو اُس جاپانی کے ممکنہ ٹھکانوں کے بارے میں بتاؤ۔!“

پچھلی سیٹ والے نے کئی جگہوں کے نام لئے تھے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر اُسی نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ زیادہ تر سمن بار میں رہتا ہے۔ اس یوریشین لڑکی کی وجہ سے۔!“

”اُوہ.... تو کوئی لڑکی بھی ہے۔!“

”جی ہاں۔ ڈوروتھی نام ہے۔ اُس کا باپ رابرٹ سمن بار میں پولٹری فارمنگ کرتا ہے۔!“

”اوہو.... تو ہم سمن بار ہی والی سڑک پر تو جا رہے ہیں۔!“ سنگ نے کہا۔

”جی ہاں....! لیکن اس وقت....!“

”لگے ہاتھوں دیکھ لیتے ہیں کیسی ہے وہ لڑکی۔!“

”شوخی کے علاوہ تو اور کوئی خاص بات مجھے نظر نہیں آئی۔!“

”ماں بھی ہے۔!“

”نہیں.... صرف باپ بیٹی ہیں! دراصل وہ انہیں پولٹری فارمنگ کے جاپانی طریقے سکھارہا ہے۔!“

”اب میں اُسے چینی طریقے سے عالم بالا کی طرف روانہ کر دوں گا۔ کیا وہ اُن کے ساتھ اُن کے گھر میں رہتا ہے۔!“

”نہیں فارم کے ساتھ والے ہٹ میں چوکیدار کے ساتھ رہتا ہے۔!“

”چلو دیکھتے ہیں! فارم میرا دیکھا ہوا ہے! وہی ہے نا جو وائر ریزروائر کے قریب ہے۔!“

”جی ہاں وہی۔!“

”ٹھیک ہے.... چاقو ہو گا تمہارے پاس۔!“

”جج.... جی ہاں۔!“

”دینا مجھے.... میں تو بالکل خالی ہاتھ چلا تھا۔ گاڑیاں روک روک کر تلاشی لے رہے تھے۔!“

”کوئی خاص بات تھی۔!“

”اُسی نا ہنجر بھتیجے سے ٹکراؤ ہو گیا تھا جس کا ذکر تم سے کر چکا ہوں! ساری گڑبڑ اُسی کی پھیلائی ہوئی ہے.... ورنہ بات اس قدر آگے نہ بڑھتی۔ ایٹور سنگھ والا دھاری دار آدمی اُسی کے ہاتھ لگ گیا تھا۔!“

”اُسے ختم کیوں نہیں کر دیتے جناب۔!“

”میری ہی طرح وہ بھی قسمت کا سکندر ہے! ویسے مجھے یقین ہے کہ مارا جائیگا میرے ہی ہاتھوں۔!“

پچھلی سیٹ والا کچھ نہ بولا۔ گاڑی اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

پچھلی سیٹ والے نے چاقو نکال کر سنگ کے حوالے کر دیا۔

”گاڑی میں نارنج تو ہو گی ہی!“ سنگ نے پوچھا۔

”جی ہاں.... نارنج بھی ہے اور ایک ریوالور بھی۔!“

”ریوالور کی ضرورت نہیں.... غالباً اب ہم پولٹری فارم کے قریب ہیں۔!“

”جی ہاں.... بس وہ اگلے موڑ والی چڑھائی۔!“

”مجھے اندازہ ہے....! گاڑی وہیں چھوڑ دوں گا اور تم گاڑی ہی میں میرا انتظار کرو گے۔!“

”تہنجا جائیں گے۔!“

”ذاتی قضیے تنہا پنپانے کا عادی ہوں۔!“

”آپ واقعی گریٹ ہیں۔!“

سنگ نے سڑک کے کنارے گاڑی روکنے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا کہ دوسری گاڑیوں کے لئے دشواری نہ ہو سکے۔!

اُس نے دوسرے آدمی کو گاڑی میں چھوڑا اور خود بائیں جانب والی چڑھائی طے کرنے لگا۔ تاروں کی چھاؤں میں راستہ دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ پھر اُس کیبن تک جا پہنچا تھا جس کی نشان دہی اُس کے ساتھی نے کی تھی۔!

وہ بے آواز چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ ٹھیک اُسی وقت اُسے کسی کتے کی غراہٹ سنائی دی تھی اور اُس نے چاقو کھول لیا تھا۔

پھر جیسے ہی بائیں جانب سے کتا اچھل کر اس کے اوپر آیا۔ اس نے زمین پر لوٹ لگائی اور کتے کی کریہہ آواز دور تک سنائے کا سینہ چیرتی چلی گئی.... اس کے بعد وہ پھرتی سے کیبن کے بائیں بازو کی طرف آگیا....! زخمی کتا دروازے کے آس پاس گھسٹا اور کریہہ آوازیں نکالتا پھر رہا تھا....! کیبن کے اندر سے کھڑ بڑاہٹ سنائی دی تھی.... اور پھر کیبن کا دروازہ چرچایا تھا۔!

سنگ دیوار سے چپک کر رہ گیا....! کوئی باہر نکلا تھا۔! پہلے نارنج کی روشنی دم توڑتے ہوئے کتے پر پڑی تھی.... پھر ادھر ادھر اندھیرے میں گردش کرنے لگی تھی.... وہ جو کوئی بھی تھا اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا اور شاید تنہا ہی تھا ورنہ زبان تالو سے نہ لگی رہ جاتی۔

اتنی دیر میں سنگ پورے کیبن کا چکر کاٹ کر دائیں بازو پر پہنچ چکا تھا۔! کیبن سے برآمد ہونے والے نے نارنج بجھا دی تھی۔ لیکن اب بھی دروازے ہی پر کھڑا ہوا تھا.... دفعتاً سنگ نے اُس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔!

”کک.... کون....؟“ وہ خوف زدہ آواز میں بولا۔

”جاپانی کہاں ہے۔!“ سنگ سانپ کی طرح ہسمہکارا۔

”یہاں نہیں ہے۔!“ اس کا شکار ہانپتا ہوا بولا۔

”کب سے نہیں ہے....!“

”کل رات کو چلا گیا تھا۔ پھر نہیں آیا تھا.... چھوڑو مجھے۔!“

”تم چوکیدار ہو!“

”ہاں.... ہاں.... چھوڑو....!“

سنگ نے بائیں کہنی سے اس کی کینٹی پر گھسا لگایا۔ اور وہ ”ارے“ کہہ کر بائیں جانب ڈھبھتا چلا۔ اس کے بعد سنگ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور پھر اسی طرف چل پڑا تھا۔ جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔
”کیا رہا جناب....!“ گاڑی میں بیٹھے ہوئے آدمی نے پوچھا۔

”خواہ مخواہ ایک کتے کا خون ہو گیا۔!“ سنگ اگلی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا ہوا لا۔ ”وہ یہاں نہیں ہے۔!“

”میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ ایک جگہ نہیں نکلتا۔!“

سنگ نے انجن اشارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ سردار گڈھ کی جانب نہیں موڑی گئی۔ اُس کے ساتھی نے بھی نہیں پوچھا تھا کہ اب کدھر کا قصد ہے۔

سنگ تھوڑی دیر بعد بعد بولا تھا۔ ”فی الحال سردار گڈھ میں قیام مناسب نہیں جب ساتھی دغا دینے لگیں تو محتاط ہو جانا چاہئے۔!“

”آپ اُن حرام زادوں کو ساتھی کہہ رہے ہیں۔!“

”یہی تو دشواری ہے کہ حرام زادے نہیں ہیں۔ ورنہ اس طرح دغا نہ دیتے۔!“

”اپنی بات آپ ہی جانیں۔!“ ساتھی آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔



کیپٹن فیاض کو ایک ہٹ کرائے پر مل گیا تھا۔ بستی سے خاصا الگ تھلک واقع ہوا تھا۔ اسی شائد مل گیا تھا۔ ورنہ سیزن میں ایسی خوش نصیبی کس کے حصے میں آسکتی۔ فیاض تو چاہتا بھی تھا کہ بھیڑ بھاڑ سے کٹ جائے یہاں وہ تھیر آمیز نظروں سے دور رہ کر جتنی دیر چاہتا دوڑتا رہا تھا.... وہ تین دھاریاں جو جسم پر باقی رہ گئی تھیں سوہان روح بنی ہوئی تھیں۔

اس وقت بھی وہ اپنے ہٹ کے آس پاس دوڑتا پھر رہا تھا۔!

اچانک ایک جگہ کسی نے لاکارا۔ ”ٹھہر جاؤ۔!“

وہ بھنا کر پلٹا.... ایک باوردی پولیس انسپکٹر تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا اُسے گھورے جا رہا تھا۔

”یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔!“ اُس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”کیوں....؟“ فیاض نے بھی آنکھیں نکالیں۔

”کہاں رہتے ہیں!“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم دخل اندازی کرنے والے کون ہو۔ کیا میں کوئی غیر قانونی حرکت کر رہا ہوں!“

”اے مسٹر....! سیدھی بات کا سیدھا جواب دو ورنہ دشواری میں پڑو گے!“

”میں اُس ہٹ میں رہتا ہوں!“ فیاض نے بائیں جانب والی چڑھائی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اور اتفاق سے میرا تعلق بھی امور داخلہ ہی کے ایک شعبے سے ہے.... اس لئے میں اس مداخلت کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ ہم کسی دوڑنے والے کو خواہ مخواہ روک کر یہ نہیں پوچھ سکتے کہ وہ کیوں دوڑ رہا ہے۔!“

”بشرطیکہ کسی کا کچھ لے کر نہ بھاگا ہو۔!“ انپیکٹر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

”جو اس بند کرو۔ ورنہ الٹا ہاتھ منہ پر دوں گا۔ میں تم سے عہدے میں بہت بڑا ہوں۔!“

سب انپیکٹر صرف ہونٹ ہلا کر رہ گیا تھا آواز نہیں نکلی تھی۔ فیاض نے جیب سے اپنا شناخت نامہ نکال کر اُس کی طرف بڑھادیا۔

اُس نے اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھا تھا اور پھر اُس پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ فور سلیوٹ کر کے ہکھلایا تھا۔ ”م... معافی چاہتا ہوں... جج جناب عالی۔ مگر بات ہی ایسی ہو گئی ہے۔!“

”کیا بات ہے....!“ فیاض نے اُس سے شناخت نامہ لیتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

”ادھر نشیب میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ کسی نے اُس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ اور دونوں

ہاتھ کاٹ لے گیا ہے۔!“

”اُوہ....!“

پھر فیاض اُس کے ساتھ جائے واردات پر پہنچا تھا۔ لیکن یہاں کچھ اور پولیس والے بھی موجود تھے۔ لاش چت پڑی ہوئی تھی۔ اور اُس کی دونوں ہتھیلیاں غائب تھیں۔ نیچے کلائی۔ پاس سے الگ کر لئے گئے تھے۔

”یہ تو کوئی جاپانی لگتا ہے۔!“ فیاض آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر انپیکٹر سے پوچھا ”کچھ کاغذات۔“

برآمد ہوئے ہیں۔!“

”جی نہیں۔ جیسیں خالی ہیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے اسکی شخصیت پر روشنی پڑ سکے!“
 ”میرا خیال ہے کہ قتل کو زیادہ وقت نہیں گذرا۔ خون کی رنگت دیکھو....! شاید ایک گھنٹہ
 بھی نہیں گذرا!“

سب انسپکٹر کچھ نہ بولا۔ فیاض نے کہا ”اور میں اس دوران میں کہیں گیا بھی نہیں.... فاصلہ
 بھی زیادہ نہیں ہے.... لیکن میں نے کسی قسم کی آواز نہیں سنی....! لاش کس نے دیکھی تھی؟“
 ”میں نے ہی....!“ سب انسپکٹر نے کہا ”کچھ دیر قبل ادھر سے گذر رہا تھا!“
 ”بڑی عجیب بات ہے کہ چپ چپاتے مر گیا۔“ فیاض نے کہا اور لاش کے قریب پہنچ کر اس
 کا جائزہ لینے لگا۔

سب انسپکٹر اپنے ساتھیوں کو آہستہ آہستہ اُس کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ سب چاق و چوبند
 نظر آنے لگے۔

”سیاح معلوم ہوتا ہے۔!“ فیاض اُن کی طرف مڑ کر بولا۔ ”ہوٹلوں میں چیک کیجئے۔ قطعی
 طور پر جا پانی ہے۔!“

”جی ہاں.... میرا بھی یہی اندازہ تھا۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ وہ تنہا یہاں کیا کر رہا تھا۔ غیر ملکی سیاح ہمیشہ ٹولیوں کی شکل میں نکلتے ہیں۔!“
 ”ہو سکتا ہے لاش کہیں اور سے لا کر یہاں ڈالی گئی ہو۔!“

”ہاں....! ایسا بھی ہو سکتا ہے۔!“ فیاض نے سر ہلا کر پُر تفکر لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد لاش اٹھوا دی گئی تھی۔ اور فیاض نے سب انسپکٹر سے کہا ”اگر میری ضرورت
 پیش آئے تو مطلع کر دینا۔!“

”بہت بہتر جناب....! شاید آپ کی رہنمائی میں ہم مجرم پر ہاتھ ڈال سکیں۔!“

اُن لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی فیاض وہیں کھڑا چاروں طرف نظریں دوڑاتا رہا تھا۔ لیکن
 سعی لاحاصل، کوئی ایسا نشان نہ مل سکا جو بات کو آگے بڑھا سکتا تھک ہار کر ہٹ میں واپس چلا آیا۔
 بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ چونک کر دروازے کی
 طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر یک بیک اُس کا سارا جسم جھنجھٹا اٹھا۔ دروازے کے سامنے عمران کھڑا
 اُسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

”آؤ.... آؤ....!“ فیاض سر ہلا کر بولا۔ ”آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا!“

”پہلے میں تمہارے محکمے کو تو اطلاع دے دوں کہ تم زندہ و سلامت ہو۔!“ عمران نے کہا۔

”بکو اس مت کرو... تمہاری وجہ سے اس حال کو پہنچا ہوں۔!“ فیاض آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔

”ڈم نکل آئی ہے.... یاسینگ نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔!“

”بس خاموش رہو.... فتح محمد خان کہاں ہے۔!“

”یار کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ پتا نہیں کس فتح محمد کی بات ہے۔!“

”میا تم نے اُس کا خاکہ نہیں شائع کر لیا تھا اخبارات میں۔!“

”اچھا.... وہ.... لیکن وہ تو مر گیا.... اور اُس کی لاش بھی غائب ہو گئی۔!“

”میں یقین نہیں کر سکتا۔!“

”یقین نہ کرنے کی وجہ۔!“ عمران نے سوال کیا، جواب کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔

”وجہ۔!“ فیاض دانت پیس کر بولا۔ ”وجہ.... یہ دیکھو وجہ۔!“

اُس نے تیزی سے اپنے گریبان کے بٹن کھول دیئے تھے.... تین رنگین دھاریاں دور سے

بھی دیکھی جاسکتی تھیں۔!“

”یہ کیا ہوا....!“ بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا تھا۔

”تمہاری وجہ سے ہوا تھا۔ اخبار میں فتح محمد خان کا سچا دیکھ کر میں نے انٹر نیشنل سے تمہیں

فون کال کی تھی اور تم سے جو گفتگو ہوئی تھی اُس کا علم اُن لوگوں کو ہو گیا تھا۔ لہذا انہوں نے

دھوکے سے مجھے پکڑ لیا۔!“

”تمہیں پکڑ لیا۔!“ عمران چونک کر بولا۔

فیاض نے کبھی انک انک کر اور کبھی جوش و خروش کے ساتھ اپنی پوری کہانی سنائی تھی....

اور پھر دانت پیس کر بولا تھا! روزانی مہندس بھی تمہاری ہی وجہ سے کام ادھورا چھوڑ گئی۔!

”کاش میں تمہارے خوابوں سے بھی دور رہ سکتا۔!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”اب بتاؤ.... میں کیا کروں...!“ فیاض ران پر ہاتھ مار کر بولا۔

”ان تین دھاریوں کو اُس عورت کی یادگار سمجھ کر معاف کر دو۔!“

”میں واقعی تمہیں جان سے مار دوں گا۔ اور یہ بکو اس ہے کہ فتح محمد کی لاش غائب ہو گئی۔“

ظاہر ہے کہ غائب کر دینے والے وہی ہوتے تو پھر مجھ سے اُس کا مطالبہ کیوں کیا جاتا۔!“

”مقدرات فیاض صاحب....! تمہاری قسمت میں روزالی کی آغوش شفقت لکھی ہوئی تھی۔ کیسے نصیب نہ ہوتی۔!“

”مذاق اڑا رہے ہو۔!“ فیاض حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

”دھیرج.... دھیرج....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے بولا۔ ”تم نے اُس عورت کے ساتھ کئی دن گزارے تھے۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم اُس کا صحیح حلیہ نہ بتا سکو گے۔!“

فیاض نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ لیکن پھر سختی سے ہونٹ بھیجنے لے۔ دفعتاً اُس کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔

”کیا خیال ہے.... بتاؤ حلیہ....!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ احمقوں کی طرح عمران کی شکل دیکھتا رہا۔! عمران سر ہلا کر بولا۔ ”نہیں بتا سکتے.... اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ساری دنیا میں صرف ایک ہی عورت ایسی ہے جسے ٹکڑوں میں نہیں دیکھا جاسکتا پوری کی پوری ذہن پر حملہ آور ہوتی ہے۔!“

”نہیں....!“ فیاض بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹی تھری بی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی فیاض صاحب....!“

فیاض طویل سانس لے کر بیٹھ گیا۔ اس طرح آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھے جا رہا تھا جیسے اُس کے سر پر دوسرا سر نمودار ہو گیا ہو۔

”لہذا غصہ تھو کو.... اور اس بین الاقوامی کام میں میرے ہاتھ بٹاؤ۔ پتا نہیں وہ یہاں کیا کرنا چاہتی ہے۔ تمہیں اُس نے محض اس لئے الجھایا تھا کہ مجھے اُس کے پھندے میں لاپھنساؤ.... لیکن میں ان دنوں بہت زیادہ محتاط رہا ہوں۔!“

”لیکن یہ دھاریاں....!“

”محض ایک سائنسی شعبہ....! یہ اُسی مخلول سے مٹ جائیں گی جو وہ استعمال کرتی رہی تھی.... اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔!“

”لیکن تین دھاریاں باقی کیوں رہنے دیں....!“

”اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ تم پورے سینے کی صفائی کرا کے چلتے ہو گے مجھے تلاش

”نہیں کرو گے....!“

”تم میں کیا خاص بات ہے!“

”میں اُس کی چلنے نہیں دیتا.... اور تم سے زیادہ خوبصورت ہوں!“

”صورت حرام ہو....!“

”صرف مردوں کے لئے.... بلکہ مردوں کے لئے کہو....!“

”یاد دیکھو میں مر جانے کی حد تک سیر لیس ہوں....!“

”فضول باتیں مت کرو.... تمہیں شاید علم نہ ہو کہ سنگ بھی یہیں موجود ہے۔ اور ہاں یہ

لاش کا قصہ کیا تھا!“

”سنگ بھی موجود ہے....!“ فیاض اُس کے سوال کو نظر انداز کر کے بولا۔

”ہاں.... میں نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ لیکن وہ ڈوج دے گیا!“

عمران نے کہا اور سنگ سے ٹکراؤ والی کہانی دہرانے لگا!

فیاض کے چہرے پر کرب کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ شاید اُس نے ذہن کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ عمران کے خاموش ہو جانے پر بولا ”اسی طرح کسی دن خاموشی سے مر جاؤ گے۔ لاش کا بھی پتا نہیں چلے گا!“

”تمہاری خواہش بھی یہی ہے.... ورنہ خواب میں میری لاش کیوں نظر آئی۔ پوری نہ ہو سکنے والی خواہشیں خوابوں ہی کے ذریعے تسکین پاتی ہیں!“

فیاض کچھ نہ بولا.... عمران نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد کہا۔

”ذرا ایک بار پھر تو بتانا کہ اُس نے چند دھاریاں کس طرح مٹائی تھیں!“

”کیا کرو گے سُن کر! تم تو صرف اُس محلول کی بات کر رہے ہو جبکہ میں نے خود اُن

دھاریوں کو اپنے پیروں کی طرف سے اٹھنے والے دھوئیں میں ریگتے دیکھا تھا!“

”دھواں چمکیلا تھا!“

”ہاں چمکیلا ہی سمجھ لو....! میں نے ایسا دھواں بھی پہلے کبھی نہیں دیکھا!“

”وہ چیز بھی دیکھی ہوگی جس سے دھواں نکل رہا تھا!“

”نن.... نہیں.... وہ تو نہیں دیکھ سکا تھا۔ میرے اٹھنے سے پہلے آگ بجھا دیتی تھی!“

”آگ....؟ گھاس تو نہیں کھا گئے....! تم نے دیکھی تھی آگ....!“
 ”نہیں....!“

”تو پھر اتنے وثوق سے آگ کی بات کیوں کر رہے ہو۔!“
 ”اس لئے کہ آگ کے بغیر دھواں ناممکن ہے....!“

”جاہلوں کی سی باتیں نہ کرو.... میں تمہیں بعض کیمیکلز کی آمیزش سے دھواں پیدا کر کے دکھا سکتا ہوں.... ویسے اب اپنی معلومات میں اضافہ کرو.... وہ دھواں نہیں بلکہ غبار کی شکل کا ٹیلی ویژن اسکرین تھا.... زیرو لینڈ کے سائنس دانوں کی ایک انوکھی ایجاد۔!“
 ”شائد نشے میں معلوم ہوتے ہو۔!“

”کئی بار میرا اس سے سابقہ پڑ چکا ہے۔ فیاض صاحب....! بہر حال تھریسٹا نے تمہیں خوب آلو بتایا.... ہو سکتا ہے اُس کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہو۔ ذرا دیکھنا میری طرف....!“
 ”مت بکواس کرو....!“ فیاض دوسری طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”اب چپ چاپ اٹھو اور دروازہ بند کر دو!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔ ”شائد میں پھنس گیا ہوں۔ اگر مجھے تمہارے واقعات کا علم ہوتا تو شائد اس طرح کھلے عام تمہاری طرف رخ بھی نہ کر سکتا۔!“
 ”کیا کہہ رہے ہو....!“

”ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اٹھو اور دروازہ بند کر دو۔ وہ تمہیں اسی لئے اچانک چھوڑ بھاگی تھی۔“
 فیاض گوگو کے عالم میں اٹھا اور دروازہ بند کر کے سکنی چڑھادی پھر عمران کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔ ”اگر میری نگرانی بھی ہوتی رہی ہے تو اس وقت آس پاس کوئی نہ ہو گا۔ کیونکہ کچھ ہی دیر قبل ان اطراف میں کسی جاپانی کی لاش پائی گئی ہے اور پولیس پوری طرح ادھر ہی متوجہ ہے۔!“
 ”جاپانی کی لاش....؟ کیا اُس کے کاغذات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ جاپانی تھا۔!“

”کاغذات نہیں ملے لیکن چہرے کی بناوٹ اور رنگت کی بناء پر جاپانی ہی ہو سکتا ہے۔! کسی نے اُس کا پیٹ چاک کر دیا ہے.... اور دونوں ہاتھ کاٹ لے گیا ہے۔!“

”ہاتھوں سے انہی کے پہچان لئے جانے کا اندیشہ ہوتا ہے جن کا ریکارڈ ہو پولیس کے پاس۔! عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا اور اٹھ گیا۔

”تم شائد یہ کہنا چاہتے ہو کہ قاتل لاش کی شناخت نہیں ہونے دینا چاہتا۔!“

”پھر اور کیا بات ہو سکتی ہے.... بغیر ہاتھوں کی.... لاش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے.... اسے نہ بھولو کہ زیرولینڈ کی تنظیم میں دنیا کی ساری اقوام کے بد معاش افراد شامل ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ جاپانی بھی انہی میں سے ہو.... اپنی کسی بے احتیاطی کی پاداش میں اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مار گیا ہو۔ تمہاری نگرانی کرنے والوں میں وہ بھی شامل رہا ہو۔“

”باتیں ختم کرو....!“ فیاض جھنجھلا کر بولا۔ ”اگر تمہارا خدشہ درست ہے تو یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔!“

”وہ مجھے گولی نہیں ماریں گے۔!“ عمران مسکرا کر بولا ”کیونکہ فتح محمد زندہ ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ وہ اُسے حاصل کرنا چاہتے ہیں....! واگن لین کی لاش انہوں نے سائنٹیفک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارت سے غائب کرادی تھی۔!“

”تم تو کہہ رہے تھے کہ وہ مر گیا۔!“

”نہیں زندہ ہے.... اور ایک آدمی کو جان سے مار چکا ہے۔!“

”وہ کیسے....!“

”لمبی کہانی ہے....! پھر کبھی سناؤں گا.... واقعی مجھے یہاں سے نکل جانے کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔!“ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”چلو.... مجھے پورا ہٹ دکھاؤ۔!“

”اس سے کیا ہوگا۔!“

”راہ فرار تلاش کروں گا.... ہٹ ایسی جگہ بنایا گیا ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی رخنہ ضرور مل جائے گا۔!“

ٹھیک اُسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی....! اور عمران تیزی سے دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا....! ساتھ ہی اُس نے فیاض کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کرتے ہوئے اُس کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔!

فیاض نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ یہ پولیس والوں کی دوسری ٹیم تھی۔

”ادھر نیچے جو گاڑی کھڑی ہوئی ہے کیا آپ کی ہے....؟“ انسپکٹر نے سوال کیا۔

”نہیں....؟“

”کیا کوئی یہاں آیا ہے....؟“

”پہلے مقصد بتاؤ پھر تمہاری بات کا جواب دوں گا۔!“

”آپ سیدھی طرح بتائیں گے یا....!“

”بس بس....!“ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ یہاں سبھی رنگروٹوں کے سے انداز میں بات

کرتے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ایک لاش کے سلسلے میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آچکا ہے۔!“

اُس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا شناخت نامہ پھر نکال لیا تھا ”اُسے دیکھو.... اور پھر

میرے سوالات کے جواب دو۔!“ اُس نے شناخت نامہ انسپکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر نے شناخت نامہ دیکھا اور بڑے ادب سے بولا تھا ”معاف فرمائیے گا جناب....!“

”اور اب بتاؤ.... کہ اُس گاڑی سے تمہیں کیا سر و کار۔!“

”اس کے نائرو اسی قسم کے ہیں جن کے نشانات کے سلسلے میں ہم تفتیش کر رہے ہیں۔!“

”گاڑی میری اپنی نہیں لیکن میرے ہی محکمے کی ملکیت ہے....!“

”تب تو پھر وہ کوئی اور گاڑی ہوگی۔!“

”قصہ کیا ہے....؟“

”سمن بار کے ایک پولٹری فارمر نے رپورٹ درج کرائی ہے کہ پچھلی رات کسی نے اُس کے رکھوالی کے کتے کا پیٹ چاک کر دیا۔ اور اُس کے چوکیدار سے اُس کے ایک غیر ملکی مہمان کے بارے میں جو اُس وقت وہاں موجود نہیں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اُس نے چوکیدار پر اس قدر تشدد کیا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ فارم کے قریب ہی ہمیں کسی گاڑی کے نائروں کے نشانات ملے تھے جو اس گاڑی....!“

”کیا وہ غیر ملکی مہمان کوئی جاپانی تھا....؟“ فیاض نے اُس کی بات کاٹ کر سوال کیا۔!

”جی ہاں....!“ انسپکٹر چونک کر بولا۔

”کچھ دیر پہلے.... بائیں جانب کے نشیب سے ہومی سائیڈ کا انسپکٹر راشد خان ایک لاش اٹھوا

لے گیا ہے.... اور وہ لاش جاپانی ہی کی تھی۔!“

دفعۃً عمران دروازہ کھول کر سامنے آگیا اور فیاض سے بولا ”کیتان صاحب کیوں نہ میں انہی

لوگوں کے ساتھ جا کر اُس پولٹری فارمر سے بھی پوچھ گچھ کر لوں۔!“

اگر آواز عمران کی نہ ہوتی تو فیاض چھلانگ مار کر اُسے ضرور دبوچ بیٹھتا کیونکہ شکل عمران کی نہیں تھی....! بہت غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ وہ دہانہ کبھی عمران کا دہانہ رہا ہوگا۔ کیونکہ اب تو چار بڑے بڑے دانت نچلے ہونٹ پر چھپر کی طرح چھائے ہوئے تھے۔!

”ضرور.... ضرور....!“ فیاض سنبھل کر بولا۔ ”در اصل ہمیں ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے جس کا تعلق مقتول جاپانی سے ہو سکتا ہے۔!“

”ضرور چلئے جناب....!“ انسپکٹر نے عمران سے کہا۔

”اور وہ گاڑی جس کے بارے میں آپ پوچھ رہے تھے انہی کے زیر استعمال ہے۔!“ فیاض نے انسپکٹر سے کہا۔

”لاش کے بارے میں مجھے آپ ہی سے معلوم ہوا ہے....! ہو سکتا ہے.... وہ اُسی کا مہمان ہو۔ چلئے جناب....!“

عمران باہر نکلا تھا۔

”آپ میرے ہی ساتھ بیٹھے گا۔!“ عمران نے انسپکٹر سے کہا۔!

”بہتر جناب....!“

عمران کی گاڑی کے قریب ہی اُن کی جیپ کھڑی نظر آئی۔ عمران نے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے انسپکٹر سے کہا ”آگے ہی آجائیے....!“

وہ اس کا شکریہ ادا کر کے اُس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔! جیپ آگے تھی اور عمران کی گاڑی پیچھے.... دونوں گاڑیاں سمن بار کی طرف روانہ ہو گئیں۔ انسپکٹر نے کئی بار کھکیوں سے عمران کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ شاید اُس کے ذہن میں بھی اُس کے دانت چبھ رہے تھے۔!

”پولٹری فارمر کا کیا نام ہے....!“ عمران نے اُس سے سوال کیا۔

”رابرٹ فلیکس....! یوریشین ہے۔ جاپانی اُس کی لڑکی ڈورو تھی کا بوائے فرینڈ تھا۔!“

”رقابت کا قصہ....!“

”ہو سکتا ہے جناب....!“

”خیر دیکھ لیتے ہیں۔!“

اور انسپکٹر بار بار اُس کے دانت دیکھنے لگتا تھا۔ داراب ہاؤس میں گھنی مونچھوں والے ریڈی

میڈ میک آپ کے ضائع ہو جانے کے بعد عمران نے یہ مصنوعی دانت بنوائے تھے جو دراصل دانتوں پر خول کی طرح چڑھائے جاتے تھے.... اور دہانے کی بناوٹ ہی بدل کر رہ جاتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سمن بار پہنچ گئے.... رابرٹ ایک دائم الخمر قسم کا آدمی ثابت ہوا.... اس وقت بھی بیٹھاپی رہا تھا۔!

”کچھ معلوم ہوا....!“ اُس نے انسپکٹر کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا.... اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا.... ”مجھے اپنے کتے کی موت کا بے حد غم ہے۔ آؤ بیٹھو.... کیا پیو گے.... میں تو صرف وہسکی پیتا ہوں۔!“

”شکریہ.... ہم ڈیوٹی پر ہیں....!“ انسپکٹر نے کہا ”ویسے اس وقت آمد کا مقصد یہ ہے کہ اُس جاپانی سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکیں۔!“

”میں کیا بتا سکوں گا....!“ وہ ڈور و تھی کا بوائے فرینڈ ہے۔!“

”انہی سے ملو دیجئے....!“ انسپکٹر بولا۔

”وہ اُس کے لئے بہت پریشان ہے۔ پتا نہیں کون تھا جو کتے کو اس بے دردی سے مار گیا۔!“

”مس ڈور و تھی سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!“ عمران نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا۔!“

”کیا وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔!“

”اس کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔!“

”اُن سے کچھ بے حد ضروری سوالات کرنے ہیں۔!“

”شوق سے کرو۔ لیکن مجھے پریشان نہ کرو۔ میں کتے کی موت پر بے حد مغموم ہوں۔!“

”لیکن ہم انہیں کہاں تلاش کریں۔!“

”کسی ملازم سے معلوم کر لو.... نہ وہ میرے بارے میں کچھ جانتی ہے اور نہ میں اُس کے بارے میں.... ہم دونوں کے مشاغل مختلف ہیں۔!“

”بوزنا....!“ انسپکٹر بولا۔

”تم خود.... تم خود....!“ اُس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔! ”مجھے اردو ہی نہیں فارسی بھی آتی ہے.... تم خود بوزنا.... بندر....!“

وہ سب ہنسنے لگے تھے اور رابرٹ انہیں گھونہ دکھا کر بولا تھا! ”چلے جاؤ.... اب میرے پاس مت آنا۔ ڈور و تھی جانے مجھے تو جاپانیوں سے نفرت ہے! مکار.. اول درجے کے مکار ہوتے ہیں!“

باہر آکر انہوں نے ملازموں سے پوچھ گچھ کی تھی.... انہوں نے بتایا کہ کچھ دیر پہلے انہوں نے ڈور و تھی کو فارم کی طرف جاتے دیکھا تھا!

اور پھر وہ انہیں چوکیدار کے کیبن میں مل ہی گئی تھی۔ لمبے قد اور مضبوط اعضاء والی تھی۔ خوش شکل بھی تھی۔ خاص طور پر آنکھیں بڑی جاندار تھیں۔

”ہم تمہارے بوائے فرینڈ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ عمران نے اس سے کہا۔

”اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے کیا کرو گے....! اُس شخص کو تلاش کرو جو اُس کا پتہ پوچھ رہا تھا۔ شاید چوکیدار کا پیٹ بھی اُس طرح پھاڑ دیتا جیسے کتے کا کیا تھا۔“

”اُس کی بات پھر کریں گے....! فی الحال جاپانی کا نام بتاؤ۔“

”شی تو کیو....!“

”کہاں رہتا ہے....!“

”میں نہیں جانتی....! ویسے ہم انٹرنیشنل میں ملتے ہیں۔ اور کبھی کبھی وہ ہمارے ساتھ بھی قیام کرتا ہے....!“

”پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی۔!“

”غالباً ایک ماہ قبل انٹرنیشنل میں....! لیکن اب باتوں سے کیا فائدہ....! اُس درندے کو تلاش کرو جس نے کتے کا پیٹ چاک کر دیا۔!“

”ضرور تلاش کریں گے.... کیونکہ اُس نے جاپانی کا بھی پیٹ چاک کر دیا ہے۔!“

”نہیں....!“ وہ چیخ پڑی۔

”لہذا ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلو۔ تمہیں جاپانی کی لاش شناخت کرنی ہے۔!“ انسپکٹر نے کہا۔

لوہی بے حد خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔ اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔! اور پیروں میں بھی لرزش تھی۔

”مم میں تنہا نہیں جاسکوں گی.... ڈیڈی کو بھی لے چلو....!“

لیکن ڈیڈی نے جاپانی کی موت کی اطلاع ملتے ہی تہقہہ لگایا تھا....! اور بولا تھا ”خوب ہوا.... خوب ہوا.... اُسی کی وجہ سے میرے کتے کا پیٹ پھاڑا گیا تھا۔ غالباً اُس نے وہی چاقو اُس کے لئے بھی استعمال کیا ہو گا۔ واہ کیا انصاف ہوا ہے....! میرے کتے کے بدلے ایک جاپانی۔ اب میں کتے کو بھی صبر کر لوں گا۔!“

”مس ڈوروتھی لاش کی شناخت کے لئے تنہا نہیں جانا چاہتیں۔! اس لئے تم بھی ساتھ چلو....!“ عمران نے کہا۔

”میں نہیں جاؤں گا۔ میرے اور اس کے مشاغل الگ الگ ہیں۔ کسی ولد الحرام جاپانی کو دوست بنانے سے بھی نہیں روکا تھا۔!“

”ڈیڈی پلیرز....!“

”دفع ہو جاؤ.... میں نہیں جاؤں گا۔!“

”مسٹر فلکس.... قانون کے نام پر....!“ عمران بولا۔

”تو پھر یہ ساتھ نہیں جائے گی.... میں چل کر شناخت کر دوں گا۔!“

”ہو سکتا ہے آپ غلطی کر جائیں.... جاپانیوں سے نفرت کرنے کی بناء پر آپ نے اُسے قریب سے تو دیکھا نہ ہو گا اور دور سے سارے جاپانی ایک جیسے نظر آتے ہیں۔!“ انسپکٹر نے کہا۔

”تب پھر میرے جانے سے کیا فائدہ۔!“

”تھکڑیاں لگا کر لے چلو....!“ دفعتاً عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیا.... کیا.... تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!“

”لگا دو.... تھکڑیاں۔!“

”میں قانون سے نابلد نہیں ہوں....!“

”قانون عدالت میں چلے گا.... اور عدالت ابھی دور ہے.... لگاؤ تھکڑیاں۔!“

”میں چل رہا ہوں....!“ وہ اٹھتا ہوا دھاڑا۔

وہ ہیڈ کوارٹر پہنچے تھے اور لاش کی شناخت کی تھی۔ انسپکٹر راشد متحیر تھا۔ اچانک اتنی جلدی لاش کی شناخت کیسے ہو گئی۔ عمران کے ساتھ والے انسپکٹر نے اُسے بتایا کہ اس کی طرح وہ بھی کیپٹن فیاض سے جا نکر آیا تھا۔

”اور یہ کیپٹن ہی کے محکمے کے آدمی ہیں انہوں نے ساتھ کر دیا تھا۔!“ انسپکٹر نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”لیفٹیننٹ جنوے....!“ عمران نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔!

”میں کپتان صاحب سے بے حد شرمندہ ہوں۔!“ راشد بولا.... ”اور انہی کی عنایت سے لاش کی شناخت بھی ہو گئی۔!“

”لیکن کیا فائدہ....!“ عمران بولا ”ہم اُس جاپانی کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتے کہ وہ اس لڑکی کا بوائے فرینڈ تھا۔!“

”اسی طرح آہستہ آہستہ بات آگے بڑھے گی۔!“

”اچھی بات ہے....! میں ان دونوں کو سمن بار چھوڑے آتا ہوں۔!“

”آپ کہاں تکلیف کریں گے....! ہم بھجوا دیں گے۔!“

”میں اپنے مخصوص طریقے اختیار کرونگا۔ شاید یہی لڑکی کار آمد ثابت ہو۔ اپنی دانست میں یہ اُسکے بارے میں کچھ نہیں جانتی... لیکن ہم اُسکے کچھ نہیں سے بھی بہت کچھ نکال سکیں گے۔!“

”جیسی آپ کی مرضی.... کپتان صاحب کے تعاون کا بہت بہت شکریہ....! انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہماری رہنمائی کریں گے۔!“

عمران نے دل ہی دل میں کپتان صاحب کے سر پر ایک عدد چپت رسید کی اور ان دونوں کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر سمن بار کی طرف روانہ ہو گیا۔

”تم نے تجھ کڑی کا نام لے کر میری بڑی توہین کی ہے۔!“ رابرٹ نے کہا جو اُسی کے برابر بیٹھا ہوا تھا اور لڑکی پچھلی سیٹ پر تھی۔!

”میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ تم دل کے بُرے نہیں ہو۔! کوئی باپ نہیں چاہتا کہ اُس کے بچے ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ رہیں۔!“

”وہ اس کا اعتراف نہیں کرے گی۔!“

”میرے ذاتی معاملات میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔!“ لڑکی غرائی۔

”کون کر رہا ہے....!“ عمران نے پوچھا۔

”اُسکے منہ مت لگو!“ رابرٹ نے عمران سے کہا۔ ”بعض اوقات مجھ پر گھونٹہ تان لیتی ہے۔!“

”یہ تو ذہنی صحت مندی کی علامت ہے۔“ عمران بولا۔

”باپ پر گھونہ تان لینا۔“

”مار بیٹھنا دیوانگی ہو سکتی ہے۔ لیکن صرف دھمکی دے کر رہ جانا کوئی ایسی غیر معمولی حرکت

نہیں ہے۔ جب ذرا سی رہی ہوگی تو شوخی سے ایک آدھ ہاتھ جما بھی دیتی ہوگی۔“

”وہ اور بات تھی.... بچہ تھی....!“

”تو اب کون سی بوڑھی ہو گئی ہے۔ اگر تم خود کو پچیس سال کا تصور کر لو تو یہ دو سال سے

زیادہ کی نہ رہ جائے گی۔“

”تم کیوں پاگل پن کی باتیں کر رہے ہو۔“

”والدین کا پاگل پن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر گھونسا تان لیا تو کون سی قیامت آگئی۔

تمہاری ہی بیٹی تو ہے کسی اور کی نہیں۔ کسی اور کو گھونہ دکھائے تو یقیناً پاگل سمجھی جائے گی۔ لہذا

اُسے پاگل سمجھی جانے سے بچالو.... ڈیڈی ڈیز....!“

”تم مجھے اس سے بھی زیادہ پاگل معلوم ہوتے ہو۔“

”تم اپنا وقت نہ ضائع کرو دوست....!“ لڑکی نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ”میں ان کی بیٹی

نہیں ہوں۔ ان کی بیٹیاں تو الماری میں بچی رہتی ہیں۔“

”بکو اس بند کروڑور۔“

”میں غلط نہیں کہہ رہی اجنبی.... اس شخص کے لئے شراب مجھ سے بھی زیادہ اہم ہے۔

جتنے پیار سے یہ بوتلوں کو سہلاتا ہے کبھی میرے سر کو بھی نہیں سہلایا۔“

”دورا....!“ رابرٹ حلق پھاڑ کر چیخا اور لڑکی تلخی سے ہنس کر خاموش ہو گئی۔

”آپ دونوں کے درمیان یہ دیوار مجھے گراں گذر رہی ہے۔“ عمران نے مغموم لہجے میں

کہا۔ ”کوئی کچھ نہیں بولا تھا....! عمران نے گاڑی اُن کے مکان کے سامنے روکی اور رابرٹ اتر گیا۔

لڑکی بھی اتری تھی۔ لیکن پھر عمران کے قریب اگلی سیٹ پر آ بیٹھی تھی اور بہت زور سے دروازہ بند

کیا تھا۔ رابرٹ نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر شانوں کو جنبش دے کر عمارت کی طرف مڑ گیا۔

”مجھے واپس لے چلو....!“ دورانے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”بہت خوشی سے....!“ عمران نے کہہ کر انجن اشارت کیا اور گاڑی موڑتا ہوا بولا ”مسٹر

فلکیس بہت غمگین معلوم ہوتے ہیں۔!“

”ڈھونگ ہے....! ذرا دیر شراب نہ ملے تو ایسی ہی شکل نکل آتی ہے۔!“

”ایسے آدمی سے ہمدردی ہونی چاہئے۔!“

”اب کیا تم بھی بور کرو گے....!“ وہ جھلا کر بولی۔

”الفاظ واپس لیتا ہوں.... مسٹر فلکیس کا قیمہ بنا دینا چاہئے۔!“

”ہاں وہ اسی قابل ہے۔!“

”لیکن تمہارے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔!“

”دخل اندازی وہاں ہوتی ہے جہاں لگاؤ ہوتا ہے۔!“

”یہ بھی درست ہے....! لیکن میں نے ایسی اولادیں بھی دیکھی ہیں جنہیں ایسے لگاؤ سے

شدید نفرت ہوتی ہے۔!“

”اعتدال مسٹر اعتدال.... نہ بہت زیادہ لا پرواہی اچھی ہوتی ہے اور نہ بہت زیادہ توجہ۔!“

”اُسے میں تسلیم کر لوں گا۔! لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو اُس جاپانی کی موت سے زیادہ

صدمہ نہیں پہنچا۔!“

”میں نہیں جانتی وہ کون تھا کہاں سے آیا تھا۔! اُس کی صرف ایک بات مجھے پسند تھی۔ ہر

وقت ہنستا ہناتا رہتا تھا۔ اور اچھی طرح جانتا تھا کہ کیسے آدمیوں سے کس طرح پیش آنا چاہئے۔!“

”کیا وہ یہاں بالکل تنہا تھا۔!“

”میں نے اُسکے ساتھ کبھی کسی کو نہیں دیکھا.... البتہ ایک بار جب ہم ایک کیفے میں بیٹھے ہوئے

تھے۔ ایک عورت وہاں آئی تھی جسے دیکھ کر وہ بُری طرح ندوس ہو گیا تھا اور اُسی کے اشارے

پر اٹھ کر باہر چلا گیا تھا یعنی وہ اُسے باہر لے گئی تھی۔ وہ مجھ سے معافی مانگ کر چلا گیا تھا پھر جلد ہی

واپس بھی آ گیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ وہ اس کی مالکہ تھی۔ بڑی شاندار عورت تھی۔ بے حد حسین اور

زندگی سے بھرپور۔!“

”اُس کے بارے میں یہ تو بتایا ہو گا کہ وہ کہاں رہتی ہے۔!“

”نہیں.... بڑی صفائی سے کہہ دیا تھا کہ میں اُس کے بارے میں کچھ بھی نہ پوچھوں....!“

”کیا کوئی مقامی عورت تھی۔!“

”نہیں غیر ملکی تھی۔ اُس نے مجھے اُس کی قومیت بھی نہیں بتائی تھی۔ میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔!“

”کبھی اپنے کسی دشمن کا بھی ذکر کیا ہو گا۔!“

”اپنے بارے میں کبھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔ بہر حال اُس کے ساتھ اچھا وقت گذرتا تھا۔
رہے تک یاد رہے گا۔!“

”ہمیں ایک قاتل کی تلاش ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم بھی یہی چاہو گی کہ وہ اپنی سزا کو پہنچے۔!“

”قدرتی بات ہے....!“

”اُس کی مالکہ کا حلیہ ہی بتاؤ۔!“

”حلیہ.... بس بہت خوب صورت تھی۔!“

”مجھے تو ہر عورت بہت خوبصورت لگتی ہے۔ کس کس سے سمراتا پھروں گا کوئی ایسی نشانی
و جس کی بناء پر اُسے دوسری عورتوں سے الگ کر سکوں....!“

”مجھے افسوس ہے کہ اس کے علاوہ اور کچھ یاد نہیں.... ہاں ٹھہریے.... یاد آیا.... ایک
دیکھا.... تو کیوں اس کے بارے میں آپ کو شائد اس سے زیادہ کچھ بتا سکے جتنا میں جانتی ہوں۔!“
”چلو اُسی کی نشان دہی کر دو۔!“

”سیامیز بار میں ایک بار ٹنڈر ہے.... نام نہیں جانتی.... داہنے گال پر چوٹ کا گہرا نشان ہے
سیامیز ہی معلوم ہوتا ہے.... کبھی کبھی وہ تو کیوں کو کسی کے تحریری پیغامات دیا کرتا تھا۔!“
”کس قسم کے پیغامات....!“

”میں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔!“

”بہت بہت شکریہ.... شہر میں تمہیں کہاں اتار دوں....؟“

”خواجہ اسٹریٹ میں کسی جگہ....!“



وہ دیوانہ وار کارڈرائیو کر رہا تھا! کوئی سفید فام غیر ملکی تھا.... ایک ٹریفک سارجنٹ نے
سائیکل پر تعاقب کر کے اُس کا چالان بھی کیا تھا....! لیکن اُس کے بعد بھی اُس کی گاڑی کی
فتاری میں کی نہیں آئی تھی!

مارا مار شہر سے الگ تھلگ ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا۔ اور گاڑی سے اتر کر دوڑتا ہوا عمارت کے اندر چلا گیا تھا۔!

”سام.... سام....!“ کسی کو آوازیں بھی دیتا جا رہا تھا۔!

”کیا بات ہے....!“ ایک راہداری میں دوسرے سفید قام آدمی نے اُس کا راستہ روکتے ہوئے پوچھا۔

”سام کہاں ہے....؟“

”وہ موجود نہیں ہے۔ لیکن تم اتنے بدحواس کیوں ہو رہے ہو۔!“

”کسی نے تو کیو کو مار ڈالا۔ پیٹ چاک کر دیا اُس کا۔ اور دونوں ہاتھ کاٹ دیئے.... بغیر ہاتھوں کی لاش پولیس کو ملی ہے۔!“

”اُوہ... تو یہ معمہ حل ہو گیا۔!“ دوسرے نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”کک.... کیسا معمہ۔!“

”میرے ساتھ آؤ۔!“ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ اُسے ایک کمرے میں لایا تھا اور میز پر رکھے ہوئے ایک سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے بولا تھا۔ ”اسے کھول کر دیکھو۔!“

اُس نے آگے بڑھ کر سوٹ کیس کا ڈھکنا اٹھایا اور اُس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ سوٹ کیس میں دو انسانی ہاتھ اور کسی راقفل کے تین ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔!

”یہ تو.... یہ تو.... اُسی کی راقفل ہے....!“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔

”اور دونوں ہاتھ بھی اُسی کے ہیں۔!“ دوسرے آدمی نے کہا۔ ”اور یہ دیکھو۔!“ اُس جیب سے ایک کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا تھا.... کارڈ پر تحریر تھا۔ ”بیچارے کا تحفہ.. زور آوروں کے لئے۔!“

”یہ کارڈ بھی اسی سوٹ کیس سے برآمد ہوا ہے۔!“

”لیکن یہ سوٹ کیس....!“

”ایک لڑکے کے ہاتھوں بھجویا گیا ہے۔ بھجوانے والے نے اُسے بطور معاوضہ دس روپے دیئے تھے۔!“

”کس نے بھجویا ہے....!“

”اُس مردود جو یک.... لڑکے کے بتائے ہوئے حلقے کے مطابق وہی ہو سکتا ہے۔!“

”مگر کیوں....؟ یہاں وہی تو ہمارا انچارج ہے۔!“

”اب نہیں ہے، مادام نے چارج اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔!“

”کب سے۔!“

”پچھلے ہفتے سے۔!“

”لیکن اُس نے تو کیوں کیوں مار ڈالا۔!“

”مادام اب سنگ ہی کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتیں۔ انہوں نے تو کیوں کو اُسے مار ڈالنے پر مامور

کیا تھا۔!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اب ہم سب خطرے میں ہیں۔!“

”یہ تو فنی کی باتیں مت کرو۔ وہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔!“

”کیا مادام کو اس کا علم ہو گیا۔!“

”اب اطلاع دوں گا۔ محض سوٹ کیس موصول ہو جانے کی بناء پر پوری بات سمجھ میں نہیں

آئی تھی۔ تمہاری لائی ہوئی خبر سے تصدیق ہو گئی۔!“

”تو وہ مادام سے نکرائے گا۔ یعنی تنظیم سے۔!“

”کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے بھی کئی لوگوں کا دماغ خراب ہو چکا ہے اور وہ اپنی سزا کو پہنچے ہیں۔!“

”سنگ خطرناک آدمی ہے۔! لیکن اچانک مادام کی ناراضگی کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔!“

”عورتوں کے چکر میں پڑ کر کام بگاڑ رہا تھا۔! اُس کی حماقتوں کی وجہ سے دوسرا آدمی پولیس

کے ہاتھ لگ گیا۔! متو ہاشی کا چکر تھا۔! پتا نہیں کس طرح وہاں سے نکل آیا ہے ورنہ مادام کے

ذرائع معلومات کے مطابق اُس کا پکڑا جانا لازمی ہو گیا تھا۔!“

”تو پھر مادام کو اس کی اطلاع دے دو....!“

”میرا خیال ہے کہ انہیں معلوم ہو گیا ہے....! سوٹ کیس پہنچنے سے تھوڑی ہی دیر قبل اُن

کی کال آئی تھی۔ مجھ سے کہا تھا کہ ”فانوس والوں کو فنی الحال کام روک دینے کا حکم دوں۔!“

”بہت زیادہ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔!“

”سنگ نے اگر کسی طرح فانوس کی طرف پولیس کی رہنمائی کر دی تو سب کچھ برباد ہو جائے گا۔!“

”دفعۃً کسی دوسرے کمرے سے فون کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی تھی اور وہ دروازے کی طرف

بڑھا تھا۔ دونوں ساتھ ہی فون والے کمرے میں پہنچے۔

فون پر دیر تک کسی کی بات سنتا رہا تھا۔۔۔ دوسرا خاموش کھڑا اُسے دیکھتا رہا تھا۔!

اُس نے سلسلہ منقطع کر کے کسی کے نمبر ڈائل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا ”میں ہارڈی

ہوں مادام۔ ایک بُری اطلاع ہے مادام۔!“

اور پھر اُس نے سوٹ کیس کی کہانی شروع کر دی تھی۔

”مجھے معلوم ہے۔!“ دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

”اور ابھی پروفیسر اشرف کی کال آئی تھی۔ اُس نے اطلاع دی ہے کہ کل اُسے عالم گیر

گارڈن میں دو ایسے آدمی ملے تھے جنہوں نے چھیڑ چھیڑ کر اُس سے جان پہچان پیدا کی تھی۔ ایک

بوڑھا تھا اور دوسرا جوان۔ وہ انہیں فانوس لے گیا اور اُس کی بیوی نے نوجوان کا خون لیا۔ ٹائپ

وہی ہے جو ہمیں درکار ہے۔! لیکن اب پروفیسر اشرف مطمئن نہیں ہے۔!“

”تم نے اُسے کام روک دینے کا حکم دیا تھا یا نہیں۔!“

”جی ہاں۔۔۔۔ وہ تو پہلے ہی کہہ چکا تھا۔ اُس کی کال ابھی آئی ہے۔ نوجوان حسب وعدہ کچھ دیر

پہلے فانوس پہنچا ہے اور وہیں ہے۔۔۔ اشرف نے پوچھا ہے کہ اُس کا کیا کیا جائے۔!“

”تم اُسے دیکھو اُس کی نگرانی کرو۔ اُس کے بارے میں معلومات فراہم کرو۔۔۔! متیو ہاشی

پولیس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اُس نے کم از کم اتنا تو اُگل ہی دیا ہو گا جس کا اُسے علم تھا۔! لہذا

زبردستی مل بیٹھنے والے قابلِ اطمینان نہیں ہو سکتے۔!“

”بہت بہتر مادام۔۔۔۔ میں دیکھتا ہوں۔!“

”جو تک کی طرف سے ہوشیار رہنا۔!“

”یہ بہت بُرا ہوا ہے مادام۔۔۔!“

”فکر مت کرو۔۔۔۔ میں دیکھ لوں گی۔!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اُس نے ریسپور کریڈل پر رکھ دیا۔!



یادِ بخت کو توقع تھی کہ گرم جوشی سے استقبال ہو گا۔۔۔! پروفیسر اشرف سے ملاقات ہوئی

لیکن وہ ایسی سرد مہری سے پیش آیا جیسے کبھی کی جان پہچان ہی نہ ہو۔!

”بیگم صاحبہ نے میرا خون لیا تھا سٹ کرنے کے لئے۔!“
 ”تو پھر بیگم صاحبہ کے پاس جاؤ.... مجھ سے کیا کہہ رہے ہو۔!“
 ”وہ کہاں ہیں۔!“

پروفیسر نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کمرے میں داخل ہو کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔
 ”انہیں بیگم صاحبہ کے پاس لے جاؤ۔!“ اُس نے ملازم سے کہا اور پھر اُن کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا جو سامنے میز پر رکھے ہوئے تھے۔!

ملازم یاور کو دوسرے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر کی بیوی اندر آئی۔
 جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھی اور پچھلے دن سے زیادہ حسین نظر آرہی تھی۔!
 ”میلو یاور صاحب....!“ وہ اُسے دیکھ کر چبکی۔! ”خدا کا شکر ہے کہ میرا اندیشہ غلط نکلا۔“
 واقعی آپ دنیا کے توانا ترین آدمیوں میں سے ہیں۔!“
 ”میں نہیں سمجھا۔!“

”خون میں وہ ٹنڈنسی نہیں ملی جس کا خدشہ تھا۔!“
 ”تب تو مجھے خوش ہونا چاہئے۔!“

”یقیناً.... کیوں نہ ہم کہیں باہر چل کر جشن منائیں اس سلسلے میں۔!“
 ”ضرور.... ضرور.... مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ لیکن پروفیسر۔!“

”وہ ہمارے ساتھ نہ ہوں گے۔ آپ کے چچا بھی تو نہیں ہیں۔ بس ہم دونوں ہی ہوں گے۔ دراصل پروفیسر کی موجودگی میں مجھے کسی قدر محتاط رہنا پڑتا ہے۔!“
 ”اوہو.... لیکن وہ تو بہت آزاد خیال آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!“

”راز کی بات بتاؤں۔“ وہ اُس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی ”کوئی بوڑھا مرد جو ان بیوی کے معاملے میں آزاد خیال نہیں ہو سکتا اور پھر ایسی صورت میں جبکہ وہ کسی خوبصورت اور توانا نوجوان سے مل بیٹھی ہو۔!“

”یہی تو چچا بھی کہہ رہے تھے.... مگر مجھے یقین نہیں آیا تھا۔!“ یاور بولا۔

”اچھا تو بس اب جلدی سے نکل چلو۔!“ ورنہ کوئی نفسیاتی نکتہ ہماری راہ میں حائل ہو جائے گا۔!“ وہ بائیں آنکھ دبا کر مسکرائی۔

وہ باہر آئے تھے۔ مر سیڈیز پورچ میں کھڑی تھی۔ بیگم اشرف نے اسٹیرنگ سنبھالا.... اور گاڑی زن سے پھانک کی طرف دوڑ گئی۔

”وہ شائد.... پروفیسر آواز دے رہے ہیں۔!“ یاور ہٹکایا۔

”مڑ کر مت دیکھو....! حق کہیں کے....!“ وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

یاور کو اُس نے اپنے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بٹھایا تھا۔ گاڑی کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔

”پہلے انٹرنیشنل چلیں گے۔ کچھ دیر تمہارے چچا سے جھک جھک رہے گی۔!“ بیگم اشرف نے کہا۔

”وہ تمہاری کسی طرف نکل گئے ہوں گے۔!“

”تب تو اور بھی اچھا ہے۔ سکون سے دُنیا کی باتیں کر سکیں گے۔ میں تو جنگ آگئی ہوں اس

زندگی سے ہر وقت کوئی نفسیاتی مسئلہ منہ پھاڑے سامنے کھڑا رہتا ہے۔ چھینک بھی آجائے تو اُس

کی نفسیاتی توجیہ کا بکھیرا شروع ہو جاتا ہے۔ پروفیسر مہابور ہیں۔!“

”میں اپنے اگلے ناول کا نام پروفیسر مہابور رکھوں گا۔!“

”تم ناول لکھتے ہو۔!“

”لکھتا تو ہوں.... لیکن یاور بخت کے نام سے نہیں لکھتا۔!“

”پھر کس نام سے لکھتے ہو....! شائد میں نے پڑھا ہو کوئی ناول....!“

”نفیس جہاں کے نام سے لکھتا ہوں۔!“ یاور شرما کر بولا۔

”کمال ہے.... تو وہ تم ہو۔!“

”بڑی شرم آتی ہے مگر کیا کروں.... میرے جو یہ سنگی چچا ہیں نا۔ پبلشنگ سے بھی شوق

فرماتے ہیں۔!“

”تو تم اپنے ہی نام سے کیوں نہیں لکھتے۔!“

”اوّل تو خواتین کے لکھے ہوئے ناول فروخت جلد ہو جاتے ہیں اور پھر ایک دوسرا بزنس

پوائنٹ بھی چچا کے مد نظر رہتا ہے۔!“

”وہ کیا ہے....!“

”اگر کبھی میرا اُن کا جھگڑا ہو جائے اور میں لکھنے سے انکار کر دوں تو وہ کسی اور سے لکھوا کر

نفیس جہاں کے نام سے چلا دیں گے.... میں تو عدالت میں بھی ثابت نہیں کر سکوں گا کہ میرا

نام نفیس جہاں ہے....! ویسے مجھے ایک فائدہ پہنچا ہے اپنی اس حرکت سے۔!“
 ”کیا فائدہ ہوا ہے۔!“

”بہترے مرد مجھے بڑے خوبصورت عشقیہ خطوط لکھتے ہیں۔ انہیں میں اپنے نام سے دوسری لڑکیوں کو روانہ کر دیتا ہوں۔!“

”اول درجے کے بد معاش معلوم ہوتے ہو۔!“ وہ ہنس پڑی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی! ”کتنی ڈھٹائی سے میرے سامنے اعتراف کر رہے ہو۔!“

”نہ اُن کا کچھ بگاڑ سکا ہوں اور نہ آپ کا بگاڑ لوں گا۔!“

”کیا نسلی سنگ عود کر آئی ہے۔ اس وقت تم ایک عورت سے بات کر رہے ہو۔!“

”نفیس جہاں سمجھ کر معاف کر دیجئے۔!“

”اچھا بس خاموش رہو۔!“

یادور نے سختی سے ہونٹ بھیج لئے۔ وہ انٹر نیشنل پنچے تھے اور یادور اُسے اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔!

وہ آرام کر سی پر نیم دراز ہو کر اونگھنے لگی....! یادور خاموش بیٹھا دیکھتا رہا تھوڑی دیر بعد چونکی اور مسکرا کر بولی ”تم شاید کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو۔!“

”ابھی تک تو مجھے کسی غلط فہمی کا احساس نہیں ہوا۔!“

”میں یہاں تمہارے لئے نہیں! تمہارے چچا کیلئے آئی ہوں! کتنی چار منگ پر سناٹا ہے۔!“

”بہت زیادہ....!“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”تو وہ اور کس قسم کی کتابیں چھاپتے ہیں۔!“

”پاسٹری پر.... علم نجوم پر.... جوڈو اور اکاڈو کو بھی نہیں بخشا۔!“

”بان و بہار شخصیت ہے۔ ایک میرے پروفیسر صاحب ہیں۔ بس بیچاری نفسیات کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔!“

”ایسا ہے تو پھر آپ چچا ہی کے کمرے میں جا کر اُن کا انتظار کیجئے....!“

”چڑ گئے....!“ اُس نے زور سے قہقہہ لگایا۔ پھر بولی ”چلو اٹھو میں تو صرف یہ دیکھ رہی تھی

کہ کتنے پانی میں ہو۔ جو ان ہو یا بوڑھا جذبہ رقابت سے خالی نہیں ہوتا۔!“

”یعنی اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ آپ رقابت وغیرہ کے بارے میں سوچ سکیں۔!“

”میں وقت ضائع کرنے کی قائل نہیں ہوں۔!“

”آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔!“

”پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں گذرے کہ مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔!“

”سچ مچ....!“ وہ قافقاری مار کر اُچھل پڑا۔ اور اپنا بایاں پہلو اس طرح ٹٹولنے لگا جیسے دل کی دھڑکنیں فی منٹ کے حساب سے شمار کرنے لگا ہو۔! پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا ”تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!“

”بس نکل چلیں یہاں سے کسی دیرانے کی طرف جہاں میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔!“

”اور دو عدد لٹچ بکس بھی بنوالیں۔!“

”ہائے رے مرد.... پیٹ پیٹ....! ہر حال میں پیٹ ہی آگے رہے گا۔! چلو جو کچھ کرنا ہے.... جلدی کرو....!“

یاد رہے روم سروس کو فون کر کے دو لٹچ بکس تیار کرنے کو کہا تھا اور بیگم اشرف کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔!

”اور اب تم مجھے بیگم اشرف کہہ کر مخاطب نہیں کرو گے۔!“ اُس نے کہا ”میرا نام عالیہ ہے۔!“

”بڑا خوب صورت نام ہے.... جلدی سے ادا ہو جانے والا.... اُدھر وہ پروفیسرِ ضعیف

اشرف ہیں۔ پتا نہیں کیوں بعض والدین بڑے گاڑھے نام رکھ دیتے ہیں۔!“

”مجھے بھی پروفیسر کا نام پسند نہیں۔! اگر اُن کا نام وحید مراد ہوتا تو کیسا لگتا۔!“

”بس نرے وحید مراد ہی لگتے۔!“ یادِ خشک لہجے میں بولا۔

”کیا تمہیں وحید مراد پسند نہیں ہے۔!“

”نفیس جہاں کے نام سے ناول لکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ سچ مچ لڑکی ہو گیا ہوں۔!“

”جلتے ہو کہ لڑکیاں اُس پر مڑتی ہیں....!“

”دس سال پہلے کی بات ہوگی....!“

دفعۃً کسی نے دروازے پر دستک دی تھی اور دونوں چونک پڑے تھے۔!

”روم سروس والا ہو گا!“ یاور کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن دروازہ کھولتے ہی کئی قدم پیچھے ہٹ آیا۔ چچا سنگی سامنے کھڑا عالیہ کو گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر آکر بولا ”پولیس میرا پیچھا کر رہی ہے۔!“

”پپ.... پولیس....!“ عالیہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

”مگر پولیس کیوں....؟“ یاور نے اُس کے کان سے منہ لگا کر پوچھا!

”بس ایک صاحبہ کو غلط فہمی ہو گئی تھی شاید.... ارے دروازہ بند کر دو جلدی سے۔!“

”نہیں ٹھہرو....!“ عالیہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔ ”میں جا رہی ہوں۔!“ اور پھر وہ تیر کی

طرح نکلی چلی گئی تھی۔!

بوڑھا جیتھے کو آنکھ مار کر مسکرایا.... اور بہ آہستگی دروازہ بند کر کے بولا ”یہ کیا حماقت تھی۔

اُسے یہاں کیوں لائے تھے....!“

یاور بُرا سا منہ بنائے دوسری طرف مڑ گیا۔!



عمران لیفٹیننٹ جنوے کی حیثیت سے سردار گڈھ میں دندنا تا پھر رہا تھا۔! اُسے اُس سیامیز بار نڈر کی تلاش تھی جس کا ذکر ڈورو تھی فیلکس نے کیا تھا۔!

سیامیز بار میں پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا تھا کہ وہ جھٹی پر ہے۔ وہیں سے قیام گاہ کا پتہ بھی حاصل کیا تھا۔ لیکن اس کا فلیٹ مقفل ملا۔ پڑوسیوں نے بتایا کہ وہ مچھلیوں کا شکار کرنے سُرائی جھیل پر گیا ہے....!“

یہ جھیل سردار گڈھ کے شمال مشرق میں گیارہ میل کے فاصلے پر تھی۔ اُس کے آس پاس چھوٹے چھوٹے ہٹ بنے ہوئے تھے۔ جو شکاریوں کو کرائے پر دیئے جاتے تھے۔ اور جھیل میں صرف سیاحوں کے لئے ماہی پروری کی جاتی تھی۔ قریباً سارے ہی ہٹ ہر وقت آباد رہتے تھے۔

وہاں محکمہ سیاحت کے دفتر سے معلوم ہو گیا تھا کہ سیامیز رابی کو ان کس ہٹ میں مقیم ہے۔

ہٹ مقفل نہیں تھا....! عمران نے دروازے پر دستک دی۔! ایک پرائز فائٹر قسم کے آدمی

نے دروازہ کھولا تھا۔ دائیں گال پر چوٹ کا واضح نشان ہونے کی بناء پر عمران نے اُسے پہچان لیا۔

”مسٹر رابی کو ان....؟“

”ہاں میں ہی ہوں.... کیا بات ہے....؟ وہ اُسے حیرت سے دیکھتا ہوا بولا۔

”تمہارے لئے ایک بُری خبر لایا ہوں....!“

”اُوہ.... اندر آ جاؤ....!“ وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

کمرے میں ایک بستر ایک میز دو کرسیوں کے علاوہ اور کوئی سامان نہیں تھا۔ رابی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور ہمہ تن سوال بنا کھڑا رہا۔

”کسی نے تمہارے دوست کو قتل کر دیا ہے.... میرا تعلق پولیس سے ہے۔!“

”مگر کس دوست کو....!“

”وہ جاپانی شی توکیو....!“

”میں کسی جاپانی شی توکیو کو نہیں جانتا....!“

”یہ ہوئی بات....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔!“

”تمہیں یقین ہے کہ تم کسی شی توکیو کو نہیں جانتے۔!“

”میرا وقت ضائع نہ کرو۔ میں نے ایک بار کہہ دیا۔!“

”تب پھر مجھے تمہیں حراست میں لینا پڑے گا۔!“

”کس بنا پر....!“ اُس نے نتھنے پھلائے۔

”شی توکیو کو نہ جاننے کی بنا پر.... کیونکہ ہمارے علم میں ایسے عینی شاہد ہیں جنہوں نے

تمہیں اُس سے ملتے دیکھا ہو گا۔!“

”مائی ڈیز سر.... تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں ایک بار ٹنڈر ہوں....! مجھے بے شمار لوگ

جانتے ہیں.... لیکن میری نظروں میں اُن کی حیثیت گاہکوں سے زیادہ نہیں ہے....! کبھی کبھی ان

میں سے کوئی راہ چلتے بھی مل جاتا ہے اور اظہارِ شناسائی کے طور پر سگریٹ وغیرہ آفر کر دیتا

ہے....! اب تمہارا عینی شاہد تو دور سے یہی سمجھے گا کہ وہ میرا جگری دوست ہو گا۔!“

”نہیں.... یہ بات نہیں....! یعنی شاہد نے تمہیں اُس کو کسی کے تحریری پیغامات دیتے

ہوئے بھی دیکھا تھا۔!“

”اُوہ مائی گاڈ....!“ وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا! ”تو وہ جاپانی....! لیکن مجھے اُس کا نام نہیں

معلوم تھا۔ بے شک میں نے مختلف اوقات میں اُسے کچھ تحریری پیغامات دیئے تھے۔ وہ مار ڈالا گیا.... میرے خدا.... بڑا خوش مزاج آدمی تھا۔!“

وہ طویل سانس لے کر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا.... اُس کے رویے میں پایا جانے والا احتجاج یکسر معدوم ہو گیا تھا۔!

”کس کے پیغامات اُسے دیتے تھے۔!“

”اب کیا بتاؤں.... وہ بھی مفرد و قرار دے دیا گیا ہے۔ غالباً پولیس کو کسی فراڈ کے سلسلے میں اُس کی تلاش ہے۔ غالباً تم بھی جانتے ہو گے۔ کاسمو فیک کمپنی کا میٹنگ ڈائریکٹر مسٹر سرنگی۔!“

عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اور وہ کہتا رہا۔! سرنگی کبھی کبھی اُس کے لئے کوئی تحریری پیغام میرے پاس چھوڑ جایا کرتا تھا۔!“

”سرنگی کو تم کیسے جانتے تھے۔!“

”ایک معزز گاہک کی حیثیت سے۔ شراب کے کریٹ کے کریٹ خرید کرتا تھا۔!“

”بس اتنا ہی تعلق رہا ہے شی تو کیو سے۔!“

”اس سے زیادہ کبھی نہیں رہا۔ نہ میں نے کبھی اس کا نام پوچھا۔! اور نہ مسٹر سرنگی ہی نے

بتایا۔ وہ چلائی اُن دنوں شائد ہر شام ایک لڑکی کے ساتھ ہمارے بار میں گزارتا تھا۔!“

”یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتا تھا۔!“

”کیسے جانتا مسٹر.... کسی گاہک کے بھی گھر کا پتہ نہیں جانتا....! سرنگی جیسے اوگوں کی بات

اور ہے۔ وہ کریٹوں کی قیمت کی ادائیگی کر کے چلا جاتا تھا اور ہمیں وہ کریٹ اُس کی قیام گاہ پر بھجوانے پڑتے تھے۔!“

”بڑی مشکل ہے....!“ عمران پُر تشویش انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

”میرے لائق اور کوئی خدمت....!“

”کوئی بھی تو ایسا نہیں ملا جو اُس کی قیام گاہ کا پتہ بتا سکتا۔!“

”ظاہر ہے کہ وہ سرنگی ہی کا کوئی آدمی تھا۔ سرنگی کے دفتر والوں کو ٹیولیں۔!“

”لیکن اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی سفید فام عورت کا ملازم تھا۔!“

”خدا جانے۔!“ اُس نے شانوں کو جنبش دی۔ لیکن عمران نے اُس کی آنکھوں میں عجیب قسم

کی بے چینی کے آثار دیکھے۔ اور اٹھتا ہوا بولا۔ ”کلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔!“
 ”کوئی بات نہیں!“ وہ اُسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ عمران مصافحہ کر کے آگے بڑھ گیا۔
 سفید فام عورت کے ذکر پر اُس نے اسکی آنکھوں میں جو کچھ پڑھا تھا اُسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔
 اپنی گاڑی اُس نے دفتر کے قریب کھڑی کی تھی اور یہاں تک پیدل آیا تھا۔! کچھ دور چل کر
 وہ ایک ایسے ہٹ کی اوٹ میں ہو گیا جہاں سے رابی کو ان کے ہٹ پر نظر رکھ سکتا۔!

کچھ دیر بعد اُس نے رابی کو باہر نکلنے اور تیزی سے محکمہ سیاحت کے دفتر کی طرف جاتے
 دیکھا۔! اُس نے اپنے مصنوعی دانت نکال کر جیب میں ڈالے اور سر پر اس طرح رومال باندھ لیا
 جیسے بالوں کو تیز ہوا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو.... اس کے بعد وہ بھی آہستہ آہستہ دفتر کی طرف
 چل پڑا تھا۔ لیکن رابی کو ان دفتر کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمران اس کے انداز سے سمجھا
 تھا کہ شاید دفتر سے کسی کو فون کرے گا۔!

اُس نے اُسے دفتر کے بائیں جانب والے نشیب میں اترتے دیکھا اور خود ایک چٹان کی اوٹ
 میں ہو گیا۔! یہاں سے وہ اُس پر دور تک نظر رکھ سکتا تھا۔ ادھر بھی کچھ ہٹ تھے۔ وہ ایک ہٹ
 کے سامنے رُکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ عمران بڑی پھرتی سے ایک طرف سرک گیا تھا۔! دوبارہ ادھر
 متوجہ ہوا تو وہ کہیں نہ دکھائی دیا۔ شاید اُسی ہٹ میں داخل ہو گیا تھا۔! عمران جہاں تھا وہیں کھڑا
 رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سفید فام آدمی اُس ہٹ سے برآمد ہوا تھا۔ باہر کھڑی ہوئی موٹر سائیکل
 پر بیٹھ کر اُسے اشارت کرنے لگا تھا۔! رابی کو ان دروازے پر کھڑا اُسے دیکھتا رہا.... موٹر سائیکل
 اشارت ہو کر سڑک کی طرف بڑھ گئی....!

عمران تیزی سے مڑا تھا اور دفتر کی طرف چل پڑا تھا۔! گاڑی میں بیٹھ کر اُس نے انجن
 اشارت کیا اور پھر شاید ایک میل بعد اُس نے موٹر سائیکل کو جالیا تھا جو سردار گڈھ ہی کی طرف
 جا رہی تھی۔ عمران اتنا فاصلہ برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ تعاقب کا شبہ نہ ہونے پائے.... مصنوعی
 دانتوں کا خول پھر نچلے ہونٹ پر چھا گیا تھا۔!

دفعتاً ایک گاڑی عقب سے اُسے اوور ٹیک کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اُس نے موٹر
 سائیکل کو بھی اوور ٹیک کیا تھا.... اور پھر اچانک عمران نے دیکھا کہ موٹر سائیکل سوار اچھیل کر
 سڑک کے کنارے جا پڑا ہے۔ اور موٹر سائیکل چکر اکر اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر جاگری اور

اُس کا پچھلا پیہہ تیزی سے گردش کرتا رہا۔

عمران نے اپنی گاڑی کے بریک لگائے۔ اور نیچے اتر کر دوڑتا ہوا موٹر سائیکل سوار کی طرف جھپٹا جو بے حس و حرکت زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔!

اُس کی بائیں کینٹی میں ایک سوراخ نظر آیا جس سے خون اُبل رہا تھا۔! دوسری گاڑی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔! وہ اُسے اس حال میں چھوڑ کر دوسری گاڑی کے پیچھے نہیں جاسکتا تھا۔! اُس نے جھک کر دیکھا۔۔۔ سانس بند ہو چکی تھی۔ نبض دیکھی مگر وہاں بھی کچھ نہیں تھا۔ جلدی جلدی اُس کی جیسیں ٹولیں اور صرف ایک پرس برآمد کر سکا۔! ویسے اُس کے بغلی ہولسر میں اعشاریہ تین دو کارپوالور بھی موجود تھا۔۔۔! پرس کا جائزہ تیزی سے لیا تھا۔ اُس میں سے کچھ رقم کے علاوہ ایک وزیٹنگ کارڈ بھی برآمد ہوا۔ جس پر صرف ٹیلی فون نمبر اور نام چھپا ہوا تھا۔ اور یہ نام تھا ”سام ٹریٹی۔۔۔!“



فون کی گھنٹی دیر سے بج رہی تھی۔ ہارڈی باتھ روم میں تھا۔! اور نشے میں بھی تھا اس لئے بُرے بُرے منہ بنا کر گھنٹی کی آواز سنتا رہا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ کوئی فون کی طرف متوجہ ہو کر اُسے جلد بازی سے بچالے گا۔! لیکن شاید اس وقت عمارت میں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ جب گھنٹی بجتی ہی رہی تو اُس نے غرا کر ٹیلی فون کے موجد کو ایک گندی سی گالی دی تھی اور باتھ روم سے نکل آیا تھا۔!

ریسیور اٹھایا اور ”ہیلو“ کہتے وقت جھلاہٹ کا مظاہرہ نہ ہونے دیا۔! دوسری طرف سے آواز آئی ”کون بول رہا ہے۔۔۔۔؟“

”ہارڈی۔۔۔۔ تم کون ہو۔۔۔۔!“

”کیا اب تم میری آواز بھی نہیں پہچان سکتے۔ شاید بہت زیادہ پی گئے ہو۔!“

”اوہ۔۔۔۔ تو تم ہو سُوَر کے بچے۔۔۔۔!“

”میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکا کہ میرا باپ سور تھا یا نہیں لیکن تم لوگوں کے لئے دوسری

خوش خبری ہے۔۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔۔!“ ہارڈی جھر جھری لے کر بولا۔

”سام ٹرینی بھی جاپانی کے پاس پہنچ گیا....!“

”نہیں....!“ وہ خوف زدہ آواز میں بولا ”کب.... کہاں....!“

”سردار گڈھ سے سُرینی جھیل کے رستے میں آٹھویں میل پر اُس کی کھوپڑی میں سوراخ

ہو گیا ہے اور موٹر سائیکل کا پچھلا پیہ شائد اب بھی گردش کئے جا رہا ہو۔!“

”تم مادام کے عتاب سے نہیں بچ سکو گے سنگ....!“

”عورتیں تو مجھ پر ظلم ڈھاتی ہی رہی ہیں۔ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ویسے سن لو کہ پانچ

نمبر والوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“

پھر سلسلہ منقطع ہوئی آواز آئی تھی اور ہارڈی نے بھی بوکھلا کر ریسور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

نشہ ہرن ہو گیا تھا۔! تھوڑی دیر کھڑا خالی خالی نظروں سے انسٹرومنٹ کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر

ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور جواب ملنے پر بولا ”مادام سے کہو ہارڈی ہے۔!“

تھوڑی دیر بعد ایک نسوانی آواز آئی تھی ”کیا بات ہے....!“

”اُس نے سام ٹرینی کو بھی مار ڈالا مادام۔!“

”کب.... کہاں....!“

”خود اُسی نے مجھے فون پر اطلاع دی ہے۔! سُرینی والی سڑک پر۔ آٹھویں میل پر.... شائد

وہ موٹر سائیکل پر تھا.... اور مادام اُس نے دھمکی دی ہے کہ پانچ نمبر والوں میں سے کسی کو بھی

زندہ نہیں چھوڑے گا۔!“

”اس وقت عمارت میں کون کون موجود ہے۔!“

”صرف میں ہوں مادام....!“

”دوسروں سے کہہ دو کہ جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے.... پانچ نمبر کی طرف رخ نہ کرے۔!“

”اور میں مادام....!“

”تم فی الحال وہیں ٹھہرو.... میں ابھی تک اندازہ نہیں کر سکی کہ سنگ تنہا ہے یا کچھ اور

لوگ بھی اُس کا ساتھ دے رہے ہیں۔!“

”جیسی مادام کی مرضی....!“ وہ مردہ سی آواز میں بولا تھا۔!

”سارے دروازے اور کھڑکیاں بند کر دو.... اور رانفل لے کر دوسری منزل پر چلے

جاؤ....! وہاں سے تم کسی بھی مشتبہ آدمی کو گولی مار سکتے ہو۔!“

”لیکن اُس کے بعد مادام.... جس انداز میں چلاپانی کے قتل کی تفتیش ہو رہی ہے اُس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ پولیس جلد ہی پانچ نمبر کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔!“

”اگر یہ بات ہے تو پھر تم فانوس میں پہنچنے کی کوشش کرو.... اور وہیں میرے دوسرے حکم کے منتظر رہو.... اور ہاں تم نے اُن دونوں کے بارے میں کیا معلوم کیا جو پروفیسر سے شناسائی پیدا کر کے مل بیٹھے تھے۔!“

”وہ دونوں انٹرنیشنل میں مقیم ہیں۔ نوجوان آدمی پروفیسر کی بیوی کو اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔! تھوڑی دیر بعد بوڑھا آدمی وہاں پہنچا تھا۔ اور وہ اس طرح کمرے سے تنہا نکلی تھی جیسے بوڑھے آدمی نے اُس کے ساتھ کوئی بد سلوکی کی ہو۔!“

”خیر.... تم فی الحال.... فانوس پہنچنے کی کوشش کرو میں تمہارے متعلق پروفیسر کو ہدایات دے رہی ہوں....!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سُن کر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔! آخر کس طرح فانوس پہنچنے کی کوشش کرے۔ وہ سوچ رہا تھا ہو سکتا ہے سنگ تاک ہی میں ہو۔ اور کسی نامعلوم سمت سے آنے والی گولی اُسے بھی چاٹ جائے۔!

اُس نے مادام کی شان میں بہ آواز بلند تھوڑا سا ”قصیدہ“ پڑھا تھا اور شراب کی بوتل پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اُس کی ہدایت کے مطابق نہ تو اُس نے کھڑکیاں اور دروازے بند کئے تھے اور نہ را نقل سنبھال کر دوسری منزل پر چلا گیا تھا۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے انسٹرومنٹ تک پہنچا۔! اُسی وقت اُسے یاد آیا کہ ”مادام نے دوسروں کو پانچ نمبر کی طرف آنے سے روکنے کو بھی کہا تھا۔!“

”جہنم میں جاؤ مادام....!“ کہہ کر اُس نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے سنگ کی آواز سن کر ہکلانے لگا! ”کک.... کیا ہے.... کک.... کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔!“

”تمہارے علاوہ اس ٹولی کے کسی بھی سفید فام کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“ سنگ کی آواز آئی۔

”مجھے کیوں.... مجھے کیوں....!“ ہارڈی ہانپ کر رہ گیا۔!

”تمہاری شکل میری پہلی محبوبہ سے بہت ملتی جلتی ہے۔! وہ ایک فرخ سیامیز لڑکی تھی۔!“

”اچھا....!“ ہارڈی نشے کی جھونک میں ہنس پڑا۔

”بالکل اسی طرح ہنستی بھی تھی۔!“

”سنگ مائی ڈیر۔!“

”کہو کیا کہتے ہو۔!“

”کیا تم سچ مجھے نہیں مارو گے۔!“

”میری زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے....!“

”مجھے مادام نے حکم دیا ہے کہ میں فانوس میں چلا جاؤں اور دوسروں کو آگاہ کر دوں کہ وہ پانچ

نمبر کی طرف رخ بھی نہ کریں۔!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ سب میری نظر میں ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو سام کیسے

مارا جاتا.... روزانہ ایک آدمی کے حساب سے کام ہوگا۔ کل جاپانی رخصت ہوا تھا۔ آج سام گیا۔

لیکن کل کس کی باری ہے یہ ابھی نہیں بتاؤں گا۔!“

”تو تم تنہا نہیں ہو۔!“

”تھریسیا کی بچی شامیہ سمجھتی ہے کہ میں تنہا ہوں۔!“

”نہیں.... لیکن یہ نہیں جانتی کہ اور کون کون ہے تمہارے ساتھ۔!“

”لیکن میں اس کے جاں نثروں سے اچھی طرف واقف ہوں۔!“

”مجھے اُن سے الگ کر دو.... اس تنظیم کے چکر میں پڑنے کے بعد سے پچھتا رہا ہوں۔

لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اب اس چکر سے نہیں نکل سکتا۔!“

”وہ حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔!“

”میں دیکھوں گا کہ اُس کی یہ قوتیں کہاں تک اُس کا ساتھ دیتی ہیں۔ آج کل کس نمبر پر اُس

سے باتیں کر رہے ہو۔!“

”تین دو ایک پر۔!“ ہارڈی بیساختہ بولا۔

”یہ دیکھو....! میں نے تمہارے باطن کا رخ تنظیم کی طرف سے موڑ دیا ہے۔“ ہارڈی

تھوک نکل کر رہ گیا۔!

”ہلو.... خاموش کیوں ہو گئے.... جاؤ.... نہایت اطمینان سے ٹہلتے ہوئے فانوس کی

طرف چلے جاؤ۔ تمہارا بال بھی بیکانہ ہوگا۔!“
 ”شکریہ سنگ۔!“

”کوئی بات نہیں....!“ سنگ نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا! ہارڈی نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔!
 اُس نے ایک پگ اور بنایا اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔!



پروفیسر ضخیم اشرف نے طوعاً و کرہاً اُس سے ملنے پر رضامندی ظاہر کی تھی اور بُرا سامنہ بنائے بیٹھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سکی بوڑھا دال بخش اسٹڈی میں داخل ہوا تھا۔
 ”آج تمہیں چیخنا نہیں پڑے گا....!“ اُس نے اپنے بائیں کان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
 ”ہمیرنگ ایڈ موجود ہے۔!“

”اچھا.... اچھا....!“ پروفیسر زبردستی مسکرایا۔
 ”یاور کہہ رہا تھا کہ تم میرا نفسیاتی علاج کرنا چاہتے ہو۔!“
 ”پہلے خیال تھا۔ مگر اب دوسری مصروفیتیں نکل آئی ہیں۔!“
 ”مصروفیتیں نہ ہوتیں تو کیا میں! سے تسلیم کر لیتا کہ کسی ذہنی مرض میں مبتلا ہوں۔!“
 ”تمہارے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا۔ میں نے آج تک ایسا کوئی پاگل نہیں دیکھا جس نے خود کو پاگل تسلیم کر لیا ہو۔!“
 ”تو میں پاگل ہوں۔!“
 ”میں نے یہ تو نہیں کہا۔!“

”اچھا تو یہی بتا دو کہ میں کس ذہنی مرض میں مبتلا ہوں۔!“
 ”حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی بھی مرض ہی کہلائے گی۔!“
 سکی بوڑھا جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ پروفیسر نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ پھر وہ بڑے غور سے سنتا رہا تھا.... اور آخر میں ”اچھی بات ہے....!“ کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔!

پھر وہ سکی بوڑھے سے بولا ”میرا فرض تھا کہ تمہیں تمہارے مرض سے آگاہ کر دوں۔!“

”میں آگاہ ہو گیا ہوں۔!“

”اس وقت تکلیف کرنے کا مقصد۔!“

”میں یہی پوچھنے آیا تھا کہ آخر کس بناء پر تم مجھے ذہنی مریض سمجھتے ہو۔!“

”کل تمہیں پولیس نے کیوں دوڑایا تھا۔!“

”ایک صاحبہ کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”اُنکے گال پر دو قسمی کبھی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں سمجھا شاید تل ہے۔ پھر انہوں نے شور مچا دیا۔!“

”کیوں بڑھاپے میں اپنی عزت کے پیچھے پڑے ہو۔!“

”اب اتنا زیادہ بوڑھا بھی نہیں ہوں۔!“

پروفیسر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُس کی بیوی آگئی۔ اور دال بخش کو دیکھ کر اُلٹے پاؤں واپس ہی

جانے والی تھی کہ پروفیسر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اب یہ آہی گئے ہیں تو انہیں یہ عمارت اندر سے بھی

کیوں نہ دکھائی جائے۔!“

”میرے حلق میں چیخنے کی سکت نہیں ہے۔!“ بیوی نے جواب دیا۔

سنگی بوڑھا ہنس پڑا اور پروفیسر نے کہا۔ ”آج یہ ہیرنگ ایڈسمیت آئے ہیں۔ اس لئے کوئی

دشواری نہ ہوگی۔!“

”اس کے باوجود بھی.... میں معافی چاہتی ہوں۔!“ اُس نے کہا تھا اور واپس چلی گئی تھی۔

سنگی بوڑھا ہنستا رہا۔

”کیا خیال ہے دیکھو گے عمارت....!“ پروفیسر نے اُس سے پوچھا۔

”ضرور.... ضرور.... یہ بلڈنگ انجینئرنگ کا شاہکار معلوم ہوتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا

تھا کہ کوئی گول عمارت اندر سے اس قدر چوکور ہوگی۔ میرا مطلب ہے کہ ٹھیک ٹھاک ہوگی۔!“

”سننا ہے تم پبلٹنگ بھی کرتے ہو۔!“

”تقریباً.... ورنہ پشتینی دولت اتنی ہے کہ کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔!“

”ضائع کر رہے ہو اپنی پشتینی دولت....! مجھے دیکھو کہ میں نے اپنی پشتینی دولت کا کتنا اچھا

مصرف نکالا ہے۔ ایسی عمارت ساری دنیا میں نہ ہوگی اور میری تجربہ گاہ دیکھ کر تو دنگ رہ جاؤ گے۔!“

”میں زیادہ بڑے غم پالنے کا قائل نہیں ہوں۔!“ سکی بوڑھا سر ہلا کر بولا۔!
 ”چلو اٹھو۔۔۔!“

وہ اُسے ساتھ لے کر عمارت کا ایک ایک گوشہ دکھاتا پھرتا تھا۔! سارا الیکٹریسیٹی کا کھیل تھا۔
 جیسے ہی وہ کسی دروازے کے قریب پہنچتے دروازہ خود بخود کھلتا تھا اور کمرے میں داخل ہو جانے کے
 بعد خود بخود بند بھی ہو جاتا تھا۔!

”میرا خیال ہے کہ تمہاری پیشین گوئی دولت انڈے بچے بھی دیتی ہے۔!“ سکی بوڑھے نے کہا۔!
 ”میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!“
 ”یہ تو کروڑوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔!“

”تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔!“ پروفیسر اکڑ کر بولا۔ ”نادر شاہ درانی کے گھرانے کا آخری فرد
 ہوں۔۔۔ اگر انگریز نہ اٹھالے گئے ہوتے تو آج تخت طاؤس میرے قبضے میں ہوتا۔!“
 ”اُس پر بیٹھے ہوئے کیسے لگتے۔!“

”فضول باتیں نہ کرو۔۔۔ چلو اب تمہیں اپنے وہ تہہ خانے دکھاؤں جہاں کھلی فضا کی سی
 شگفتگی پائی جاتی ہے۔ مہینوں آسمان کی شکل نہ دیکھو تو ذرہ برابر بھی گھٹن محسوس نہ ہوگی۔!“
 ”تب تو بات اربوں تک جا پہنچتی ہے۔۔۔ کیا قبلہ نادر شاہ درانی اپنی ساری دولت تم جیسے
 خطی آدمی کے لئے چھوڑ گئے تھے۔!“

”میں خطی ہوں۔۔۔!“ پروفیسر آنکھیں نکال کر بولا۔

”میں کیا جانوں تمہاری بیگم صاحبہ میرے بھتیجے سے یہی کہہ رہی تھیں۔!“

”لعنت ہو ایسے بھتیجے پر جو ذرا سی بات چچا کو بتا دیتا ہے۔!“

”اور اپنی بیگم کو کچھ نہ کہو گے۔۔۔!“

”اُسے کیا کہوں۔۔۔ وہ تو فرشتوں کی طرح معصوم ہے۔!“

”سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ گے کسی دن۔!“

”تم اپنا رومال مت پیش کرنا۔!“

”میں سرے سے رومال ہی نہیں رکھتا۔ ناک نہیں بہتی رہتی ہر وقت۔!“

”نکال دو ہیمزنگ ایڈکان سے۔ کیا ہر بات کا جواب دینا ضروری ہے۔!“

”ترکی بہ ترکی کا قائل ہوں۔ پروفیسر صاحب....! نادر شاہ درانی کا وارث نہ سہی اب کسی بیٹے کی اولاد بھی نہیں ہوں۔!“

”خدا نے تمہیں بہرہ کر کے ساری دنیا پر احسان کیا تھا۔ لیکن اب مجھے میزنگ ایڈ کے موجد پر غصہ آرہا ہے۔!“

”چلو.... چلو.... اب جلدی سے تہہ خانے بھی دکھا دو۔ بہت مرعوب ہو رہا ہوں۔!“

”ضرور دکھاؤں گا....! یہاں آؤ.... ادھر کھڑے ہو جاؤ۔!“ پروفیسر اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔ دفعتاً فرش کا وہ حصہ نیچے دھنسنے لگا تھا۔!

”ارے.... ارے!“ سکی بوڑھا ہلکایا لیکن اتنی دیر میں وہ نہ جانے کتنی گہرائی میں جا چکے تھے۔!

”ڈر رہے ہو....!“ پروفیسر نے ہنس کر پوچھا۔

”زندہ دفن ہو جانے سے ڈرنا ہی چاہئے۔!“

”ایسی کوئی بات نہیں۔ مطمئن رہو اور یہاں کے عجائبات دیکھو۔ میں نے اپنی پشتینی دولت طوائفوں اور حرام خوروں پر نہیں صرف کی۔!“

پھر وہ لفٹ رُک گئی تھی....! اور سکی بوڑھا بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا تھا بالکل ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے کسی بہت بڑے ریفریجریٹر میں داخل ہو گیا ہو۔!

”یہ تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہالی وڈ والوں نے کسی سائنسی فلم کا سیٹ لگایا ہو....!“

اُس نے کہا۔

”لیکن یہ سارے آلات کھلونے نہیں ہیں۔!“ پروفیسر گردن اکڑا کر بولا۔

”یہاں.... تم کیا کرتے ہو....!“

”تجربات... یہاں عقل کی دیوی کی حکمرانی ہے! وہ میرے ذہن میں نئے نئے پلان اُتارتی ہے!“

”تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ماہر نفسیات ہو۔ لیکن یہ کھڑا کچھ اور کہہ رہا ہے۔!“

”ہاں.... میں ماہر نفسیات ہوں.... لیکن میرا طریق علاج تجیش نہیں ہے میں مشینیں استعمال کرتا ہوں.... مثال کے طور پر تم نے اپنے آپ پر ذہنی اعتبار سے بڑھاپا نہیں طاری ہونے دیا۔ لیکن جسمانی طور پر بوڑھے ہو چکے ہو.... اگر تم چاہو تو میں ان مشینوں کے ذریعے تمہیں جسمانی شباب بھی عطا کر سکتا ہوں۔!“

”اے کیوں مذاق کر رہے ہو!“

”جب تک خود اس تجربے سے نہیں گزرو گے اسے مذاق ہی سمجھتے رہو گے۔ ٹھہرو میں

ابھی بتاتا ہوں!“

”کیا بتاؤ گے....!“

”پہلے میں تمہیں تمہاری جوانی دکھاؤں گا۔ اُس کے بعد اگر چاہو گے تو اُسی حالت پر واپس

لے جاؤں گا۔!“

”جوانی دکھاؤ گے....!“

”ہاں.... ادھر آؤ.... اس کرسی پر بیٹھ جاؤ....!“

”یار کہیں.... میری بے باکیوں کا انتقام تو نہیں لو گے....!“

”میں عام آدمیوں سے بہت اونچا ہوں.... انتقام نہیں لیا کرتا چلو بیٹھ جاؤ۔!“

بوڑھا ہچکچاہٹ کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ سامنے ایک عجیب وضع کا فریم نصب تھا....
 پروفیسر نے فریم ہی سے لگے ہوئے ایک سوچ بورڈ کے پیش سوچ پر انگلی رکھ دی۔ فریم کی سطح آئینے
 کی طرح روشن ہو گئی اور بوڑھا اُس میں اپنا عکس دیکھ کر اُچھل پڑا.... وہ ایک جوان آدمی کا چہرہ تھا....
 ڈاڑھی اور مونچھیں سرے سے غائب ہو گئی تھیں.... اور بال بالکل سیاہ تھے۔ اُس کا سر چکر ا گیا۔
 ٹھیک اُسی وقت ایک مترنم اور نسوانی آواز ہال کے طویل و عریض میں گونجی تھی۔

”خوش آمدید صفدر صاحب....!“

بوڑھے نے بوکھلا کر ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا لیکن ڈاڑھی الجھے ہوئے بالوں سمیت اُس کے

چہرے پر موجود تھی۔!

آواز پھر آئی۔ ”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کون

ہوں.... لہذا اب سچی باتیں ہوں گی۔ عمران کے اندازے کے مطابق تم ٹھیک جگہ پہنچے ہو۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کہنا چاہئے۔!“ صفدر جی کڑا کر کے بولا۔

”میں نے صرف یہ کہا ہے کہ تم سچ بولو گے۔!“

صفدر نے پروفیسر کی طرف دیکھا جو سر جھکائے اور ہاتھ باندھے مؤدب کھڑا تھا۔

”تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔!“ اُس نے بالآخر سوال کیا۔

”عمران کہاں ہے....؟“

”سردار گڈھ ہی میں کہیں!“

”میں اُس سے ملنا چاہتی ہوں!“

”افسوس کہ میں اس سلسلے میں کسی کام نہ آسکوں گا.... میں نہیں جانتا کہ وہ کس شکل میں

کہاں ہوں گے....!“

”جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اُسے غور سے سنو.... تمہارا ساتھی جس کا نام یاد رہے.... ایسے

ہی ٹائپ کا خون رکھتا ہے جو ہمارے کام آسکے لیکن اب اُسے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ تم دونوں

کی حیثیتوں کا علم ہوتے ہی میں نے پروفیسر کو حکم دیا تھا کہ تمہیں نظر انداز کر دیا جائے اور فی الحال

تجربات کا سلسلہ بھی ختم سمجھو!“

”میں نہیں سمجھا!“

”میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہارے ملک کے کسی آدمی کی ہیئت نہیں بدلی جائے گی اور وہ

جو عمران کے قبضے میں ہے.... اُسے بھی اُس کی اصلی حالت پر واپس لانے کا وعدہ کرتی ہوں....

مگر اس شرط کے ساتھ کہ عمران مجھ سے ملے!“

”میں کوشش کروں گا کہ تمہارا پیغام کسی نہ کسی طرح اُن تک پہنچا دوں!“

”اور ایک وارنگ بھی سن لو.... اگر پولیس نے فانوس کی طرف رخ بھی کیا تو پورا سردار

گڈھ دھماکے کے ساتھ اڑ جائے گا!“

”میں سمجھتا ہوں۔ تم ایسا کر سکتی ہو۔ لیکن عمران صاحب تم سے کہاں اور کس طرح مل سکیں گے!“

”یہیں فانوس میں۔! پروفیسر کو فون کر کے ملنے پر رضا مندی ظاہر کر سکتا ہے.... لیکن

میری وارنگ سے اُسے آگاہ کر دینا.... پروفیسر یا فانوس کے خلاف کوئی کارروائی پورے سردار

گڈھ کے لئے موت کا پیغام بن جائے گی!“

”میں صرف اپنی ذمہ داری لے سکتا ہوں....! اُن کا رویہ کیا ہوگا میں نہیں جانتا!“

”تم اس کی فکر مت کرو.... بس میرا پیغام اُس تک پہنچا دو.... ہاں تمہارا ساتھی کون ہے

میں اُسے نہیں پہچان سکی!“

”میں بھی نہیں جانتا وہ کون ہے۔ عمران صاحب نے اُسے میرے چارج میں دیا ہے۔!“

”خیر..... تمہارا اپنا معاملہ ہے..... لیکن اسے ذہن نشین کر لو کہ یہ بات تمہارے اور عمران کے درمیان رہے گی۔ کسی تیسرے کا خطرہ ہرگز مول نہ لینا۔!“

”میں سمجھتا ہوں.....!“

”اچھا خدا حافظ۔!“

”خدا حافظ.....!“

تہہ خانے کی فضا پر عجیب سا سناٹا مسلط ہو گیا تھا۔ صفدر نے پروفیسر کی طرف دیکھا! اُس نے دونوں ہاتھ کھول دیئے تھے۔ اور صفدر کو پُر تشویش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ پھر اوپر آئے تھے اور صفدر نے مسکرا کر پوچھا تھا۔ ”اب کیا حکم ہے۔!“

”کچھ نہیں.....! تم جاسکتے ہو..... لیکن ٹھہرو..... ایک بات ضرور پوچھوں گا۔ کیا یہ اُسی عمران کی بات تھی جو گاڑیوں کی آڑھت کرتا ہے اور اول درجے کا بیوقوف نظر آتا ہے۔!“

”تمہارا خیال درست ہے.....!“

”زندگی میں پہلی فاش غلطی ہوئی تھی مجھ سے۔!“

”کیسی غلطی.....؟“

”میں نے اُسے سمجھنے میں غلطی کی تھی۔!“

”اور ہم دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے.....!“

”تم تو پہلی ہی نظر میں عطائی لگے تھے۔ ورنہ تمہارے فرشتے بھی ہم پر شبہ نہ کر سکتے۔!“

”کیا مطلب.....؟“

”ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔!“

”میں اب بھی نہیں سمجھا۔!“

”نہیں سمجھ سکو گے۔ کیونکہ تم پر تو عقل کی دیوی مسلط ہو گئی ہے۔ خیر مجھے اس سے کیا روکار..... ہم اس سے زیادہ اور کچھ چاہتے بھی نہیں کہ وہ دھاری دار آدمی دوبارہ اپنی اصلی ہیئت میں آجائے۔!“

”مجھے کیا.....؟“ پروفیسر نے لا پرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔!

”اب مجھے جانا چاہئے.....!“ صفدر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

”ٹیکسی سے آئے ہو گے۔ میں اپنی گاڑی سے بھجوا دوں۔!“
 ”تمہیں یہی کرنا چاہئے....! کیونکہ میں عقل کی دیوی کے سفیر کی حیثیت سے رخصت ہو رہا ہوں۔!“ صفر ربائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔
 بوڑھا آہستہ سے کچھ بڑا کر رہ گیا تھا۔!



قتل صرف تین میل کے فاصلے پر ہوا تھا....! اس لئے یہ بات دیر تک چھپی نہ رہ سکی کہ مقتول سرنی جھیل کے ہٹوں میں سے ایک میں مقیم تھا.... وہاں سے تو کبھی دوڑ پڑے تھے۔ سیامیز بارنڈر رابی کو ان بھی انہی میں سے تھا۔ لاش پر نظر پڑتے ہی اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ سام ٹرینی ہی کی لاش تھی لیکن وہ حرف شناسائی زبان پر نہ لاسکا....! البتہ بھاگ بھاگ اُس ہٹ تک ضرور پہنچا تھا۔ جہاں سام ٹرینی مقیم تھا۔!

”مسٹر جیفر سن....!“ اُس نے ہٹ کا دروازہ تھپتھا کر آواز دی.... ایک سفید فام آدمی نے دروازہ کھولا تھا۔!

”اب کیا ہے....؟“ اُس نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔!

”بُری خبر ہے مسٹر جیفر سن....! وہ لاش مسٹر سام ٹرینی کی ہے....!“

”نہیں....!“ جیفر سن ششدر رہ گیا۔ یہ چھ فٹ اونچا اور خاصا توانا آدمی تھا۔

”یقین کرو.... کسی نے کپٹی پر گولی ماری ہے....!“

”لیکن کس نے....؟“

”میں نہیں جانتا۔!“

”اندر آؤ....!“ جیفر سن غصیلے لہجے میں بولا تھا۔! رابی کو ان کو شاید لہجہ بُرا لگا تھا۔ لیکن وہ پچھاپا اندر چلا گیا۔! جیفر سن نے دروازہ بند کر کے سنگنی چڑھائی اور پلٹ کر رابی کا گریبان پکڑ لیا۔

”مسٹر جیفر سن....!“ رابی کے لہجے میں استعجاب اور احتجاج دونوں شامل تھے۔

”بتاؤ.... اُسے کس نے مارا ہے....!“ وہ اُس کے گریبان کو جھٹکا دے کر بولا۔

”مم.... میں کیا بتاؤں....؟“

”تم نے اُسے بھیجا تھا....!“

”میں نے ایک اطلاع دی تھی۔ میں نے کہیں نہیں بھیجا تھا۔! میں نے صرف یہ بتایا تھا کہ پولیس آفیسر جاپانی کی کسی سفید فام غیر ملکی مالکہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔!“

”یہ بھی کبواس ہے۔ کوئی اس قسم کا سوال نہیں کر سکتا۔!“ اُس نے پھر گریبان کو جھٹکا دیا۔!

اس بار سیامیز نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ لیکن جیفر سن نے بایاں ہاتھ اُس کے جڑے پر رسید کر دیا۔ بس پھر کیا تھا سیامیز کسی وحشی کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑا۔ مگر جیفر سن بھی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا۔! کسی اچھے باکسر ہی کی طرح اُس کے وار خالی دے رہا تھا۔ پھر اچانک پیچھے ہٹ کر ایک زور دار لات سیامیز کے پیٹ پر رسید کر دی۔ وہ اچھل کر سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔!

ٹھیک اُسی وقت کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ دونوں جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ پھر جیفر سن نے کڑک کر پوچھا تھا۔ ”کون ہے....؟“

”پولیس....! دروازہ کھولو....!“ باہر سے آواز آئی۔

وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ دروازہ کھولنے کو پھر کہا گیا۔ اور جیفر سن دھاڑا ”بھاگ جاؤ۔ یہاں پولیس کا کیا کام....!“

”دروازہ کھولو.... ورنہ توڑ دیا جائے گا۔!“ باہر سے آواز آئی۔

”یہ کیا کبواس ہے۔!“ کہہ کر جیفر سن نے دروازہ کھول دیا تھا۔ رابی نے آنکھیں پھاڑ کر اُس آدمی کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے اُس سے پوچھ گچھ کرتا رہا تھا۔

”تم پولیس ہو....!“ جیفر سن غرایا۔

”ہاں سادہ لباس میں.... کیا تم مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گے....! اوہ.... مسٹر رابی کو ان

بھی موجود ہیں۔!“

”جاؤ تم.... دفع ہو جاؤ....!“ جیفر سن نے رابی سے کہا۔!

”نہیں مسٹر رابی کی موجودگی ضروری ہے....!“

”تم میری مرضی کے خلاف کسی کو یہاں نہیں روک سکتے....!“

”روک سکتا ہوں....!“ عمران اُسے دھکیل کر اندر گھستا ہوا بولا۔

”نکلو.... نکلو تم بھی باہر.... بغیر اجازت....!“

عمران نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔! رابی بدستور

دیوار سے لگا کھڑا رہا۔!

”اوہ.... یو باسٹرڈ....!“ کہہ کر جیفر سن عمران پر چھینٹا تھا.... لیکن اُس نے ایک طرف ہٹ کر بڑی پھرتی سے اُس کی گردن پر ہاتھ مارا اور وہ اچھل کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر جا پڑا.... رابی کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی تھی اور وہ اُسی جگہ کھڑا اپنی منھیاں بھیچتا رہ گیا تھا۔!

جیفر سن کے منہ سے گالیوں کا طوفان اُمنڈ پڑا۔ اٹھ کر دوبارہ عمران پر چڑھ دوڑا۔ لیکن غضب ناک نے ذہن کو اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ حریف کے ممکنہ داؤ کو مد نظر رکھ سکتا۔! اس بار عمران کی ٹھوکر اُس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دباتے ہوئے پھر ڈھیر ہو گیا۔!

رابی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی! عمران اُس کی طرف مڑ کر بولا۔ ”خاصے سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔!“

رابی خاموش ہی رہا۔ عمران نے جیفر سن کی گردن تھام کر اُسے ہٹ کے اندر گھسیٹ لیا اور ایک طرف پٹختا ہوا بولا۔ ”کبھی کبھی جان سے بھی مار دیتا ہوں اور اُس کے بعد جو رپورٹ تیار کرتا ہوں اُس پر آج تک کسی عدالت کو اعتراض نہیں ہوا۔!“

”میں ایک سیاح ہوں.... تمہیں پچھتا نا پڑے گا۔!“

”پڑے رہو چپ چاپ.... ہاں رابی کو ان....! کس بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔!“

”جھگڑا.... نہیں تو....!“

”یہ تو جملہ معترضہ تھا۔! ہاں تو سیاح صاحب تمہارا کیا نام ہے....!“

”نہیں بتاتا....!“

”لیکن اپنی مالکہ کا پتہ تو بتانا ہی پڑے گا۔!“

”کیسی مالکہ.... کون مالکہ.... تم ضرور پاگل ہو گئے ہو۔!“

”اور یہ بھی بتانا پڑے گا کہ سام ٹرینی کہاں جا رہا تھا اور اُسے کس نے مارا۔!“

”میں کچھ نہیں جانتا۔!“

”سام ٹرینی کو بھی نہیں جانتے۔!“

”نہیں.... میں یہاں تنہا رہتا ہوں.... تم دفتر کے رجسٹر سے معلوم کر سکتے ہو۔!“

”مسٹر رابی کو ان....!“

”میں کچھ نہیں جانتا.....!“

”غلط کہہ رہے ہو.....! پوچھ کچھ کے بعد تم یہاں دوڑے آئے تھے اور سام ٹرینی یہیں سے موٹر سائیکل پر روانہ ہوا تھا۔!“

رابی تھوک نکل کر رہ گیا۔

”کیا میں غلط کہہ رہا ہوں.....!“

رابی نے سر کو منفی جنبش دی تھی۔ جیفر سن اُسے گھورتا رہ گیا۔

”اور تم کہہ رہے ہو کہ اپنے مقتول ساتھی کو جانتے تک نہیں۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

جیفر سن کچھ نہ بولا۔ اُس نے پھر گردن ڈال دی تھی۔ وہ ابھی تک فرش پر پڑا ہوا تھا۔ عمران

نے رابی سے سوال کیا۔ ”کیا یہ غلط ہے کہ تم میرے بارے میں انہیں بتانے آئے تھے۔“

”نہیں.....!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”میں نہیں جانتا یہ کون ہے.....!“ جیفر سن غرایا ”اس نے ہٹ میں داخل ہو کر چوری

کرنے کی کوشش کی تھی میں نے پکڑ لیا۔!“

”اب تم خاموش رہو کتیا کے بچے ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔!“ رابی چیخ کر بولا۔ پھر اُس

نے عمران سے کہا ”ہاں مسٹر یہ درست ہے کہ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ تم نے ان کی مادام

کے بارے میں مجھ سے پوچھا تھا یہ اُس عورت کو مادام کہتے ہیں لیکن میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔!“

”کب سے ان لوگوں کے لئے کام کر رہے ہو۔!“ عمران نے پوچھا۔

”تین سال سے..... لیکن یہاں دو ماہ پہلے آیا ہوں..... اس سے قبل برما میں تھا۔ میں نہیں

جانتا کہ ان کا اصل بزنس کیا ہے..... ویسے انہوں نے ساری دنیا میں شراب خانے کھول رکھے

ہیں۔ یہاں سیامیز بار بھی انہوں نے خریدا ہے.....!“

جیفر سن سر اٹھائے اُسے خوں خوار نظروں سے دیکھتا رہا۔ اچانک عمران اُس کی طرف مڑ کر

بولا۔ ”کیا خیال ہے سام ٹرینی مادام کے عتاب کا شکار ہوا ہے.....! ظاہر ہے کہ وہ میری نظر میں

آگیا تھا۔ اگر یہ بات ہے تو اب تمہاری بھی خیر نہیں۔!“

”تم لوگ کچھ نہیں جانتے.....!“ جیفر سن نے کہا۔

”کیا نہیں جانتے۔!“

”ہم جرائم پیشہ نہیں ہیں۔!“

”میں جانتا ہوں کہ تم لوگ دنیا میں امن قائم کرنا چاہتے ہو اور اُس کام کے لئے فنڈ اکٹھا کرتے ہو۔ چوریوں، ڈاکوں اور اسمگلنگ سے اور بہت زیادہ دولت مند لوگوں کو بلیک میل بھی کرتے ہو۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دنیا کے ترقی یافتہ ترین ممالک کو بھی پیچھے چھوڑ جانے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہو۔ کیا اب اُس دھاری دار آدمی کی لاش کے بارے میں بھی بتاؤں جو جنگل میں پڑی ملی تھی۔!“

جیفر سن حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا! ”تم یہاں کی پولیس سے متعلق نہیں معلوم ہوتے.... تم سو فیصد اُسی حرام زادے کے آدمی ہو۔!“

”یہ کس حرام زادے کا تذکرہ ہے....!“

”اُسی کا جس کے لئے تم کام کر رہے ہو۔ خود تم نے اس تدبیر سے سام ٹرینی کو ہٹ سے باہر نکلنے پر مجبور کیا اور گولی ماری۔!“

عمران نے اپنا شناختی کارڈ نکال کر اُس کے سامنے فرش پر ڈال دیا اور بولا۔ ”لیفٹیننٹ جنرل کہلاتا ہوں اور فیڈرل سے میرا تعلق ہے.... نہیں دیکھو.... میرا شناخت نامہ اور اب تم اٹھ کر بستر پر بیٹھ سکتے ہو۔! کوئی حرکت کی اور مارے گئے۔ باہر میرے کئی ماتحت موجود ہیں۔!“

جیفر سن نے چُپ چاپ تعمیل کی تھی اور شناخت نامہ دیکھ کر اُسے واپس کر دیا تھا۔

”اب اُس حرام زادے کے بارے میں بتاؤ۔!“

”وہ ہی میں سے ایک تھا۔ لیکن اُس نے مادام کے خلاف بغاوت کر دی ہے....!“

”کیا یہ سنگ ہی کا ذکر ہے....!“

”تت.... تم.... جانتے ہو....!“

”ہاں میں جانتا ہوں کہ سرنگی کا اصل نام سنگ ہی ہے۔!“

”تب تو تم لوگ بہت کچھ جانتے ہو....!“

”کیا اتنا شدید جھگڑا ہوا ہے کہ وہ تمہاری مادام کے خاص آدمیوں کو ٹھکانے لگائے دے رہا ہے۔!“

”یہی بات ہے.... جاپانی کو بھی اُسی نے مارا ہے....!“

”لیکن اُس کے ہاتھ کیوں کاٹ دیئے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکی....!“

”وہ سنگ کو مار ڈالنے پر مامور کیا گیا تھا....!“

”اُوہ.... تب تو مجھے تم لوگوں پر رحم کھانا چاہئے....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا.... ”اور اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ تمہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا جائے!“

”جو دل چاہے کرو....!“ وہ بیزار سی سے بولا۔

”اپنے دوسرے ساتھیوں کے نام اور پتے بھی بتاؤ۔ اسی طرح وہ بھی زندہ رہ سکیں گے۔ ورنہ سب مارے جائیں گے سنگ ہی کے ہاتھوں.... تم لوگوں کو اسکی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ نہیں ہے!“

”کچھ بھی ہو....!“ جیفر سن شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ ”میں اپنے ساتھیوں کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ تم شوق سے مجھے گرفتار کر لو....!“

”خیر.... خیر.... یہ سب بعد میں دیکھیں گے۔ ابھی تو تمہاری جان بچانے کا مسئلہ درپیش ہے۔!“ عمران نے کہا۔

اس کے بعد عمران نے اُسے مادام کے بارے میں بہت کچھ بلایا جلایا تھا لیکن وہ اس کی قیام گاہ کا پتہ نہ بتا سکا۔!

”جتنا کچھ مجھے معلوم تھا بتا چکا ہوں۔“ وہ بالآخر بولا۔ ”اگر مادام کی قیام گاہ کا پتہ معلوم بھی ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا۔“

”اُھاہ.... تو تم ڈیجھ اسکوئڈ کے سپاہی ہو۔!“

”مائی گاڈ! اس حد تک جانتے ہو۔ کہیں تم وہی تو نہیں ہو جس سے ہو شیار رہنے کی خاص طور پر ہدایت ملی تھی لیکن نہیں.... وہ نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے ہر ایک کے پاس اسکی تصویر موجود ہے۔!“

”ذرا مجھے بھی تو دکھانا کون ہے....!“

جیفر سن نے میز سے پرس اٹھایا تھا اور عمران کی تصویر نکال کر اُسے تھما دی تھی۔!

عمران سر کو منحنی جنبش دیکر بولا ”میں نہیں جانتا کون ہے۔!“ اور تصویر اُسے واپس کر دی۔!



صفر اور نیو عمران کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن اب بھی میک اپ ہی میں تھے۔ صفر بدستور سنکی ”چیچا“ تھا اور نیو بے تکلف بھتیجا.... یاور....!

”میں تو بے موت مارا گیا....!“ نیو بڑبڑایا۔

”کیوں.....! کیا بات ہے.....؟“

”عالیہ نری طرح میرے ذہن سے چٹ گئی ہے۔!“

”چٹ رہنے دو..... کیا فرق پڑتا ہے۔!“

”لیکن اب تم نے وہاں جانے کو بھی منع کر دیا ہے۔ کیا کروں گا۔!“

”میں نے خود نہیں منع کیا..... عمران صاحب کا فرمان ہے.....!“

”ان کا نام تو فرمان ہی ہونا چاہئے تھا۔ عمران نہ جانے کیوں کہلاتے ہیں۔ لیکن یک بیک

تمہیں ان کی تلاش کی کیوں سو جھی ہے.....!“

”جو کام ہمارے ذمے تھا کر چکے۔ اب تلاش کر کے پوچھیں گے کہ آئندہ کیا کرنا ہے.....!“

”ہم کیا کر چکے ہیں.....؟“

”پوری عمارت اندر سے دیکھ لی۔!“

”عمارت تو میں نے تم سے پہلے ہی دیکھ لی تھی۔!“

”لیکن تم اس گہرائی تک نہیں پہنچ سکے تھے جہاں پروفیسر کی تجربہ گاہ واقع ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”تہہ خانے..... میں نے پروفیسر کو تڑی دے کر تہہ خانے بھی دیکھ لئے اور عمران صاحب

در اصل یہی معلوم کرنا چاہتے تھے۔!“

”یار بس ختم کرو..... ہو گا کچھ..... میں ایک آدھ پگ برانڈی کا لینا چاہتا ہوں۔!“

”ایک پگ سے زیادہ نہیں۔!“

”تنہا پیئے میں مزہ نہیں آتا..... تم بیڑ ہی لے لینا۔!“

”میری فکر نہ کرو۔!“

”یار کیا مصیبت ہے..... تم لوگ آخر مولوی کیوں ہو گئے ہو۔!“

”اللہ کا حکم.....!“

”مت بور کرو.....!“

”اسی کو غنیمت جانو کہ مجھے تمہاری شراب نوشی پر اعتراض نہیں ہے۔!“

”بڑے ان کلچرڈ لوگ ہو۔!“

”شراب سے اجتناب ہمارے کلچر کا لازمی جزو تھا۔ مقصد یہ تھا کہ نیند کے علاوہ ہمارا ایک لمحہ بھی بے خبری میں نہ گزرے۔!“

”اب اخلاقیات پر بور کرو گے....!“

”بیزار ہو اخلاقیات سے....!“

”حد سے زیادہ....!“

”لیکن اگر تمہارے والد صاحب بھی اخلاقیات سے متنفر ہوتے تو تمہارے کاغذات میں ولدیت کا خانہ ”نامعلوم“ سے مزین نظر آتا.... سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کہیں اخلاقیات طرہ امتیاز کیوں ہوتی ہے اور کہیں ایک فضول سی چیز کیوں بن جاتی ہے۔!“

”بس بس.... یہ موضوع ختم.... کوئی اور بات کرو۔!“

”کبھی میں بھی پیتا تھا.... لیکن اب تو بہ کر لی ہے.... اور بتاؤں کیسے.... ایک بار عمران صاحب نے سور کا گوشت سامنے رکھ دیا تھا.... میں بگڑ گیا.... کہنے لگے کیا حرج ہے.... دونوں حرام ہیں۔ اگر وہ سرور بخش ہے تو یہ بے حد لذیذ اور طاقت ور ہوتا ہے.... ذرا کچھ کر تو دیکھو۔“

”کس جنجال میں آپھنسا ہوں۔!“ نیو پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

”نہیں چلو.... پی لو کہیں بیٹھ کر....!“

”تمہارے سامنے پی کر اسے مزید حرام نہیں کر سکتا....!“

”بس اندازہ ہوا کہ ابھی بالکل خالی نہیں ہوئے۔ سدھر جاؤ گے انشاء اللہ۔!“

نیو کچھ نہ بولا۔ عجیب طرح کے تاثرات نظر آرہے تھے اسکی آنکھوں میں۔ ”بور ہو گئے۔!“

صفدر اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا! ”اب کبھی کچھ نہ سنو گے میری زبان سے... معاف کر دو!“

”نہیں یار.... یہ بات نہیں ہے.... ہاں تو آخر انہیں کہاں تلاش کریں گے....!“

اچانک ایک میلے کپیلے آدمی نے انکار استہ روک لیا اور صفدر سے پوچھا ”آپ داور بخش ہیں!“

”ہاں کیوں....؟“ صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔!

”جی یہ پکٹ آپ کے لئے ایک آدمی نے دیا ہے....!“

”کیا ہے اس میں....!“

”میں کیا جانوں صاحب....!“

”کہاں ہے.... وہ آدمی....!“

”اُس قبوہ خانے میں بیٹھا ہوا ہے....!“

پہلے میں اُس آدمی کو دیکھ لوں.... پھر پیکٹ لوں گا....!“

”آپ کی مرضی صاحب....!“

وہ دونوں اُس کے ساتھ قبوہ خانے میں آئے تھے۔ اور پھر وہ آدمی بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔

”اب تو نہیں ہے جناب.... ذرا کی ذرا دیر میں غائب ہو گیا....! اس کام کے پانچ روپے دیئے تھے مجھے....!“

”دیئے ہوں گے.... اب تم ہی یہ پیکٹ کھول کر مجھے دکھاؤ کہ اس میں کیا ہے۔ مجھ سے بھی پانچ روپے لے لینا....!“

”کھولے دیتے ہیں صاحب....!“ وہ خوش ہو کر بولا۔ پیکٹ سے ایک چھوٹی سی شیشی برآمد ہوئی تھی جس میں سیاہی مائل گاڑھاسیال بھرا ہوا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ایک پرچہ بھی تھا۔ صفدر نے پرچہ لے کر اُس کی تہیں کھولیں۔ تحریر تھی....!

”عمران! صفدر کے بیان کی صداقت اور میری نیک نیتی ظاہر کرنے کے

لئے یہ سیال کافی ہے! تمہارے دوست کے درد کی دوا.... درد کی جگہ پر

اس کی ماش کر کے آدھے گھنٹے تک ہوا لگنے دو... درد رفع ہو جائے گا۔!“

صفدر نے پرچہ جیب میں ڈال لیا.... نیو تحریر نہیں پڑھ سکا تھا۔ شیشی کو احتیاط سے دوبارہ

پیک کیا اور احتیاط سے کوٹ کی جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ ”تم نے مزید پانچ روپے کمائے۔!“

وہ آدمی روپے لے کر چل دیا۔ نیو حیرت سے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتا رہا۔

”کیا قصہ ہے....!“ اُس نے بے صبری سے پوچھا۔

”یار واقعی قابل ترین سنیا سی بابا تھا۔ کل اچانک ایک جگہ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا

تمہاری آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں اڑتی ہیں۔ سر چکراتا ہے.... آج کی بات کل یاد آتی

ہے اور کل کی پرسوں.... اچھا بابا جا کل تجھے دوا مل جائے گی.... اور آج یہ دیکھو....!“

”کیوں یہ توقف بنا رہے ہو.... شیشی میں کیا ہے....؟“

”دوا..... یقین کرو.....!“

”نہیں بتانا چاہتے تو اب نہیں پوچھوں گا۔!“

صفر خود ہی الجھن میں پڑا ہوا تھا۔ کس دوست کی بات ہے اور کیسا درد، ویسے یہ تو ظاہر ہی تھا۔ پیکٹ اُس نوٹ کے ساتھ تھریسا ہی نے بھجوایا ہو گا۔

”سوال بدستور برقرار ہے....!“ نیو تھوڑی دیر بعد بولا۔

”کیسا سوال....؟“ صفر چونک پڑا۔

”ہم انہیں کہاں تلاش کریں....!“

”اُوہ....! وہیں چل رہے ہیں۔ ایمر جنسی کی صورت میں ایک عمارت کے مینوں سے رابطہ نم کرنے کو کہا تھا۔!“

وہ تاراپور کاٹیج پہنچے....! صفر نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا.... اندر سے ایک آدمی فوجی دی میں ملبوس باہر آیا تھا۔

”داور بخش..... ڈھمپ سے ملنا چاہتا ہے.....!“ صفر اُس کے قریب پہنچ کر اتنی آہستگی بولا کہ نیو تک آواز نہ پہنچ سکی۔!

”اندر تشریف لے چلے۔!“ وہ آدمی پیچھے ہٹا ہوا بولا۔ صفر نے نیو کو اپنے ساتھ آنے کا رہ کیا تھا۔!

دونوں کو ایک سادہ سے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر فوجی وردی والا اندر چلا گیا تھا۔ نیو سرے خاموش بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہی شخص واپس آیا تھا اور ایک پرچہ صفر کو تھما دیا تھا۔ جس پر تحریر تھا! ”بارہ کر بیس منٹ پر.... گلبار ہو ٹل.... کمرہ نمبر بائیس....!“

صفر نے پرچہ تہہ کر کے جیب میں رکھا اور اُس کا شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا.... سڑک پر کر اُس نے نیو سے کہا ”اب تم تہا تفریح کر سکتے ہو....!“

”کیا مطلب....!“

”مجھے عمران صاحب سے تہا ملتا ہے۔! یہی ہدایت ملی ہے....!“

”نانا....!“ نیو ہاتھ ہلاتا ہوا لکھت دوسری طرف گھوم گیا.... صفر اُسے تیز رفتاری سے

مخالف سمت میں جاتے دیکھتا رہا.... پھر اُس نے ایک ٹیکسی رکوائی تھی اور گلبار کی طرف روانہ ہو گیا تھا.... معینہ وقت میں ابھی چالیس منٹ باقی تھے پندرہ منٹ میں گلبار پہنچ گیا۔ اور اُس کے ڈائینگ ہال میں بیٹھ کر کافی بیٹا رہا۔

ٹھیک بارہ بجکر بیس منٹ پر اُس نے کمرہ نمبر بائیس کے دروازے پر دستک دی تھی....!
 ”کون ہے....؟“ اندر سے عمران کی آواز آئی۔
 ”بارہ بجکر بیس منٹ....!“ صفدر نے کہا۔

دروازہ کھلا اور عمران پیچھے ہٹا ہوا بولا۔ ”آئیے چچا جان....! ویسے آپ نے اسی میک آپ میں تشریف لا کر حماقت فرمائی ہے....!“

صفدر کے داخلے کے بعد وہ دروازہ بند کر کے اُس کی طرف مڑا تھا۔
 ”مجھے یقین ہے کہ آپ کی نگرانی ہو رہی ہوگی....!“

”وہ کھل کر سامنے آگئی ہے.... اسی لئے میں نے میک آپ کو نظر انداز کر دیا ہے اُس کا پیغام لایا ہوں آپ کے لئے!“

”بیٹھ جاؤ.... اور سناؤ پیغام....!“

صفدر نے بالتفصیل اپنی کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہوئے تھریڈ کا پیغام دہرایا تھا۔ عمران چلا کر رہ گیا۔ پھر صفدر نے وہ پیکٹ بھی اُس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ چکر میری سمجھ نہیں آیا!“

لیکن عمران ”چکر“ سے متعلق اظہار خیال کرنے کی بجائے بولا! ”تو وہ مصالحت ہی پر آمادہ ہے! کیا آپ کو وہ میں سچائی نظر آتی ہے....!“

”ہاں....! حالات ایسے ہی ہیں کہ اس پر یقین کیا جاسکتا ہے.... کیا تمہیں وہ فضائی ہنگام نہیں۔ ایک دشمن کو ٹھکانے لگانے کے لئے اُس نے مصالحت کر لی تھی....!“

”ہاں یاد تو ہے....!“

”بس تو پھر یہ سمجھ لو کہ وہ چو مکھی لڑنے کی بجائے وقتی طور پر مجھ سے مصالحت کر لینے میں عافیت سمجھے گی....!“

”کیا یہ ایسی ہی کوئی چویشن ہے....!“

”ہاں.... کسی وجہ سے جھگڑا کر بیٹھی ہے سنگ سے اور سنگ نے اُس کے کئی خاص آدمیوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے....!“

”تو گویا.. وہ چاہتی ہے کہ سنگ پر ایک طرف سے آپ دباؤ ڈالیں اور دوسری طرف سے وہ خود!“

”یہی بات ہے....!“ عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔

”آپ کا کون دوست کس درد میں مبتلا ہے....!“

”تھریسیا ہی کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے۔ تم اُسے نہیں جانتے.... اگر اُس کے درد کا دریاں

ہو گیا تو تصدیق ہو جائے گی کہ تھریسیا مجھے غچہ دینے کے چکر میں نہیں ہے....!“

”اب ہم دونوں کیا کریں....!“

”بس پروفیسر کی بیوی سے عشق نہ کر بیٹھنا۔ اس کے علاوہ جو دل چاہے کرو۔!“

”نیو تو شاید پڑ گیا ہے اس چکر میں....!“

”میری طرف سے وارنگ دے دینا.... اور اب سنگ کی تلاش جاری رکھو....!“

”اسی حلے میں....!“

”کوئی حرج نہیں ہے اور قیام بھی انٹرنیشنل ہی میں رہے گا۔!“

”پھر کسی ضرورت کے تحت یہیں ملاقات کروں۔!“

”نہیں.... تاراپور کا بیچ سے رابطہ قائم کئے بغیر تم مجھ سے نہیں مل سکو گے۔ کیونکہ یہ میرا

مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ بس اب جاؤ۔!“

”سنگ سے متعلق لائن بھی تو بتائیے....!“

”ہائیکو اسٹریٹ میں سیامیز بار ہے۔ وہاں ایک بار ٹنڈر ہے.... رابی کو ان اُس پر نظر رکھو۔

ہو سکتا ہے سنگ کسی وقت اُس سے رابطہ قائم کرے۔!“

پھر اُس نے رابی کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا تھا۔! میں نے اُسے حراست

میں نہیں لیا۔ صرف جیفر سن حراست میں ہے۔!“

”بہت بہتر....! میں دیکھوں گا....!“ صغدر نے کہا۔



فیاض حسب معمول بڑی تندہی سے دوڑ لگا رہا تھا۔ ہٹ کے قریب ہی ایک سطح جگہ تلاش

کر لی تھی۔ وہیں چکر لگایا کرتا تھا اگر کوئی دور سے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ شاید اُس کے سر پر ”سینچر“ سوار ہو گیا ہے۔۔۔۔ ہر چند کہ یہ ایک سنسان جگہ تھی۔ لیکن فیاض اسی خیال سے ادھر ادھر دیکھے بغیر اپنے شغل کو جاری رکھتا تھا کہ کہیں کسی شریف آدمی سے آنکھیں چار نہ ہو جائیں۔ اس وقت بھی یہی کیفیت تھی۔ اچانک کسی طرف سے ایک مترنم سی نسوانی آواز آئی۔

”بس کرو۔۔۔۔ بس کرو میرے لال۔۔۔۔ کہیں ہاتھ منہ نہ توڑ بیٹھنا۔۔۔۔!“

فیاض جھٹکے کے ساتھ رُک گیا اور خجالت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔۔۔۔ بایاں گال بُری طرح پھڑکے جا رہا تھا۔۔۔۔ وہ ہانپتا اور اطراف میں نظریں دوڑاتا رہا۔ لیکن کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ سماعت کا واہمہ سمجھ کر شانوں کو جنبش دی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایسا قہقہہ سنائی دیا جس سے اُس کی ہڈیاں ہمیشہ سے سلگتی آئی تھیں۔

اور پھر قہقہہ لگانے والا سامنے آگیا۔

”میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا۔۔۔۔!“ فیاض دانت پیس کر اُس کی طرف جھپٹا۔ لیکن وہ ایک طرف ہٹ کر بولا ”صبر۔۔۔۔ صبر۔۔۔۔ کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ویسے یہ بہت بُری بات ہے کہ تمہیں مامتا کے بول بھی کڑوے لگتے ہیں۔!“

”تمہیں شرم نہیں آتی۔۔۔۔!“ فیاض ہانپتا ہوا بولا۔

”شرم تو آتی ہے لیکن میں نے اُسے منہ لگانا چھوڑ دیا ہے۔ کہ منہ لگی ڈومنی گائے تال بے تال!“

”نہیں۔۔۔۔ میں اس معاملے میں بہت سینٹی مینٹل ہو رہا ہوں۔ آئندہ خیال رکھنا اتنے پرانے تعلقات کی بھی پرواہ نہ ہو گی مجھے۔۔۔۔!“

”اب کسی ”آئندہ“ کا امکان نہیں کہ مجھے تمہارے درد کی دوا مل گئی ہے۔ ہٹ میں چلو۔!“

”جو کچھ کہنا ہے یہیں کہہ دو۔۔۔۔!“

”کہنا نہیں۔۔۔۔ کرنا ہے۔۔۔۔ لیکن اگر یہیں کرنا شروع کر دیا تو دور سے دیکھنے والے نہ جانے کیا سمجھ بیٹھیں۔!“ وہ اُسے چکارتا ہوا ہٹ میں لایا تھا۔۔۔۔ اور پھر بولا تھا ”اب مجھ سے بھی وہی کرا لو جو تھریسیا سے کرایا تھا۔!“

”کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔۔!“ فیاض پیر پٹخ کر دھاڑا۔

”قمیض اتار دو۔۔۔۔ شابش۔۔۔۔ اور بستر پر چٹ لیٹ جاؤ۔۔۔۔!“

”کیا مطلب....!“ فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔ لیکن لہجہ کچھ ڈھیلا پڑ گیا تھا۔
 ”میں ثابت کر دوں گا کہ دھوئیں میں دھاریوں کی منتقلی محض ایک سائنسی شعبہ تھا۔!“
 ”یعنی تمہاری کسی تدبیر سے یہ تین دھاریاں بھی مٹ جائیں گی۔!“
 ”میرا یہی خیال ہے.... تم لیو تو....!“
 ”اگر نہ غائب ہوئیں تو....!“
 ”گردن اڑا دینا۔!“

فیاض نے طوعاً و کرہاً عمران کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عمران نے سیال کی مالش شروع کی۔!
 ”سیال تو دیا ہی معلوم ہوتا ہے!“ فیاض آہستہ سے بڑبڑایا تھا اور آنکھیں بند کر لی تھیں۔!
 ”ہائے.... کیا مصحوبیت ہے تمہارے چہرے پر.... جیسے ابھی ابھی پیدا ہوئے ہو....
 لیکن خدارا پیدائش کا اعلان نہ شروع کر دینا....!“ عمران دانت پر دانت جھاکر بولا۔
 فیاض کچھ نہ بولا۔

اور پھر آدھے گھنٹے بعد کبھی اپنے سینے پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی عمران کی شکل تکتے لگتا تھا۔!
 ”یہ.... یہ.... کک.... کمال ہے....!“ بس اتنا ہی زبان سے نکل سکا۔
 ”لیکن میرے لئے بڑا جنجال ہے سو پر فیاض....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا، پھر چند لمحے کچھ سوچتے رہنے کے بعد کہا تھا۔ ”بس اب تم چپ چاپ سردار گڈھ سے کھسک جاؤ.... فتح محمد خان محکمہ خارجہ کا دروسر بن گیا ہے....!“
 ”کیا مطلب....!“

”محکمہ خارجہ کی تحویل میں ہے! تمہارے محکمے کی دخل اندازی قطعی پسند نہیں کی جائے گی۔!“
 ”لیکن میں کیوں یہاں سے چلا جاؤں....؟“
 ”اچھی بات ہے اگر اب کوئی اور دُرگت بنی تو میں کسی قسم کی بھی مدد نہ کر سکوں گا۔!“
 ”میں یہاں چھٹیاں گزارنے آیا تھا۔!“
 ”اب کہیں اور جا کر گزار لو....!“
 ”تم سیر لیں ہو....!“

”یار فیاض! بات مت بڑھاؤ۔ جو کہہ رہا ہوں کرو.... آج ہی چلے جاؤ تو بہتر ہے....!“

”جیسی تمہاری مرضی.....!“ فیاض نے کاندھے ڈال دیئے۔



سنگ اور اُس کا لیفٹیننٹ راجن..... سیامیز بار میں داخل ہوئے دونوں میک اپ میں تھے۔ سنگ ایک کمر خیدہ بوڑھے کے روپ میں اپنے جواں سال لیفٹیننٹ کے ساتھ گویا گھسٹا ہوا چل رہا تھا۔ دونوں نے ایک گوشے کی خالی میز پر قبضہ کیا۔ اور پھر راجن اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا اور اسکاچ کی پوری بوتل اور سوڈے کے سائیفن کا آرڈر پلیس کیا۔

اس وقت رابی کو ان ہی کاؤنٹر پر تھا اُس نے بڑے ادب سے کہا ”ہم اسکاچ نہیں فراہم کر سکیں گے جناب.....! پورے سردار گڈھ میں کہیں بھی نہیں ہے۔!“

”پانچ کریٹوں کا سودا کرو گے.....!“ راجن نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا..... رابی نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور سر ہلا کر بولا تھا ”نہیں جناب! یہاں غیر قانونی سودے نہیں ہوتے!“

”میں راماکالے کا آدمی ہوں..... تمہارے پاس نے کل ہی ہم سے جم تیم بور بن کے تین

کریٹ خریدے ہیں۔!“

”پاس جانے مسٹر.....!“ میں کوئٹر سے آگے کی بات نہیں جانتا۔!“

”سائیمن صاحب سے ملاؤ مجھے.....!“

”پاس موجود نہیں ہے.....!“

”کالنے کو پیسوں کی ضرورت ہے.....! بتاؤ سائیمن صاحب کہاں ملیں گے.....!“

”میں نہیں جانتا.....!“ رابی کو ان نے مضطربانہ انداز میں کہا! شاید اُس نے کسی خطرے کی بو سونگھ لی تھی اور بائیں جانب والے دروازے کی طرف بار بار کنکھیوں سے دیکھنے لگتا تھا۔

”میرا کیا ہے.....!“ راجن نے شانوں کو جنبش دی ”گاہک بہت ہیں.....! کالنے نے کہا تھا

پہلے سیامیز میں پوچھ لینا.....!“

”میں کچھ نہیں جانتا.....!“ رابی نے سر جھٹک کر کہا اور دوسرے گاہکوں کی طرف متوجہ ہو گیا..... راجن میز کی طرف پلٹ آیا..... اور آہستہ آہستہ سنگ کو اپنی اور رابی کی کھٹنگو کے

بارے میں بتانے لگا۔

”وہ اوپر اپنے آفس میں موجود ہے.....!“ سنگ نے کہا ”میں صرف رابی کا رد عمل دیکھنا چاہتا

تھا۔ وہ کنکھیوں سے زینوں والے دروازے کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ بس اب آؤ چلیں.... اوپر پہنچنا مشکل نہ ہو گا۔!“

وہ دونوں باہر نکلے تھے۔ راجن سنگ سے کئی قدم آگے تھا۔ دفعتاً کوئی سخت سی چیز سنگ کے بائیں پہلو سے چبھی اور وہ چلتے چلتے رک گیا۔ لیکن اس موقع پر بھی اس کی کمر سیدھی نہ ہوئی۔ سی طرح جھکا کھڑا رہا۔ کنکھیوں سے بائیں جانب کھڑے ہوئے آدمی کو دیکھا جس کے اوپری انت نچلے ہونٹ پر چھائے ہوئے تھے۔!

”یہ ریوالور کی نال ہے.... جو میرے کوٹ کی جیب میں تشریف فرما ہے....!“ اس آدمی نے آہستہ سے کہا۔ ”ذرا دیر کے لئے اپنے ساتھی کو نال دو....!“

”جیسا حکم بھیجتے....!“ سنگ زہریلے لہجے میں بولا۔ پھر اونچی آواز میں راجن سے کہا تھا کہ وہ نال لال ٹھکانے پر واپس جائے۔ اس نے ارادہ بدل دیا ہے۔ راجن نے مڑ کر حیرت سے اُسے دیکھا تھا۔!

”جاؤ....!“ سنگ ہاتھ ہلا کر بولا اور راجن تیزی سے آگے بڑھ گیا۔!

”چلو اب کہاں چلتے ہو....!“ سنگ بولا۔ ”لیکن اس بار میں نہیں بیٹھوں گا۔!“

”مجھے علم ہے کہ کیوں نہیں بیٹھو گے۔ سامنے والا کینے کیسا رہے گا۔!“

”اس علاقے میں نہیں....!“

”میرے پاس وقت کم ہے.... اور اس وقت میں تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی نہیں ال سکتا....!“

”آخر کیوں بھیجتے....! جبکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جہاں تمہارے ریوالور کی نال ہٹی س نے اپنے ہاتھ دکھائے....!“

”میں ایک دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ اس لئے تمہاری گرفتاری سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔“

”اگر یہ بات ہے تو ہٹالو ریوالور کی نال.... میں بھی ایسا بودا نہیں ہوں کہ اپنے الفاظ سے پھر اؤں گا....!“

”اور تم مجھے بھی اچھی طرح جانتے ہو۔“ اس نے کہا اور سنگ کے پہلو پر پڑنے والا دباؤ ختم گیا۔ اب دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔!

قریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد سنگ نے ایک قبوہ خانے کی طرف اشارہ کر کے کہا! ”یہ جگہ

”بڑی مناسب رہے گی۔!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!“

دونوں قبوہ خانے میں داخل ہوئے اور سنگ ایک خالی گوشے کی طرف بڑھتا چلا گیا.... میٹھ جانے کے بعد سنگ بولا۔ ”بڑی خبیث شکل بنا رکھی ہے تم نے لیکن آنکھوں سے پہچانے جاتے ہو۔“
 ”اور مجھے دیکھو کہ میں نے کمان میں تیر تلاش کر لیا۔!“

”تمہاری صلاحیتوں کا میں ایک عرصہ سے معترف ہوں۔ اب اصل بکواس شروع کرو....!“ سنگ نے کھر کھراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”خالا سے کیوں ان بن ہو گئی ہے۔!“

”کیا مطلب....!“

”جیسے تم چچا.... ویسے وہ خالا....!“

”خیلہ کہو.... اُسے تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“

”بڑی عجیب بات ہے....!“

”پہل اُس نے کی ہے....!“

”تم دونوں جہنم میں جاؤ.... مجھے تو اُس دھاری دار آدمی سے غرض ہے جو اب بھی زند ہے اور میری ہی تحویل میں ہے۔ تم نے تو کیو کو مار ڈالا.... سام ٹرینی کا خاتمہ کیا.... اور اب سامن کے چکر میں ہو.... مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں....!“
 ”اوہ.... تو وہ زندہ ہے....! ہو گا.... اب مجھے اُس سے کوئی سروکار نہیں لیکن تم مجھ سے

کیا چاہتے ہو....!“

”اس کے علاوہ اور کیا چاہوں گا کہ فتح محمد خاں اپنی اصلی حالت پر آجائے۔!“

”میں نہیں جانتا کہ وہ کیسے اصلی حالت پر آئے گا۔!“

”پھر کون جانتا ہے....!“

”جس نے اُس کی ہیئت تبدیلی کی ہے....!“

”اُسی کی نشان دہی کرو.... میں نیٹ لوں گا....!“

”یہاں ایک مشہور عمارت ہے فانوس....!“

”وہ جو گول ہے....!“

”وہی.... وہی.... اُس کا مالک پروفیسر ضخیم اشرف.... وہ بھی تنظیم میں میرے ہی ریک کا آدمی ہے....!“

”لیکن وہ تو شاید ماہر نفیات ہے۔ میں نے اُس کا نام کہیں سنا تھا!“

”اول درجے کا فراڈ ہے.... اُس کا موضوع کیمسٹری ہے نفیات نہیں!“

”اچھا تو پھر....!“

”پھر کیا بتاؤں....! میں نے تو آج تک اُس عمارت میں قدم بھی نہیں رکھا.... سب اپنی اپنی فیلڈ سے سروکار رکھتے ہیں۔!“

”آخر تمہارے ذمے کیا کام تھا....!“

”محض نگرانی اور پروفیسر کے کام میں آسانیاں پیدا کرنا۔ اس کی بیوی تو انا آدمیوں کو پھانسی ہے اور اُن کے بلڈ گروپ کا پتہ لگاتی ہے۔ ایک مخصوص گروپ کے حامل ہی اس تجربے سے گذر سکتے ہیں۔!“

”لیکن فتح محمد خاں تو جنگل میں غائب ہوا تھا۔!“

”اُس دوران میں راہ بھٹکے ہوئے شکاری بھی پکڑے جا رہے تھے۔ فتح محمد خان کے ساتھ کئی پکڑے گئے تھے۔ لیکن کار آمد بلڈ گروپ والا وہی ثابت ہوا تھا۔!“

”بی گروپ.... ایچ آر فیکٹر ٹکینو....!“

”متوہاشی نے بتایا ہو گا....!“ سنگ نے خشک لہجے میں کہا ”خالص کتیا ثابت ہوئی۔!“

”کیا خیال ہے.... تھریسیا فانوس ہی میں ہو گی۔!“

”یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا.... ویسے میرا خیال ہے کہ وہ اپنی دانست میں کسی ایسی جگہ ہرگز نہیں پائی جائے گی جس کی طرف میرا دھیان جاسکے۔!“

”تو اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم پروفیسر اشرف ہے....!“

”ہاں وہی ہے۔ لیکن میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اُس کی مرضی کے بغیر اُس عمارت کے کسی حصے کو ہاتھ بھی نہ لگانا....! ورنہ برقی موت نصیب ہو گی....!“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُس کی لاعلمی میں وہاں کسی کا داخلہ ناممکن ہے۔!“

”ہاں میں یہی کہہ رہا ہوں....!“

”تم بھی نہیں داخل ہو سکتے۔!“

”اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو کبھی کا تھریسیا کی تلاش میں وہاں جا چکا ہوتا۔!“

”تب تو پھر وہ وہیں ہوگی.... ایسے محفوظ قلعے کو کون نظر انداز کرے گا۔!“

”شائد تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... وہ وہیں ہوگی....!“ سنگ نے آہستہ سے کہا۔

”اگر ہم دونوں مل کر کوشش کریں.... تو....!“

”کوئی کوشش بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ فانوس کا اصل برقی نظام پروفیسر کا ذاتی ہے....!“

اُس کا شہر کے بجلی گھر سے کوئی تعلق نہیں۔ محض دکھاوے کے لئے باضابطہ لائین بھی حاصل

کر رکھی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اُس لائین کو ناکارہ بنا دیا جائے تب بھی عمارت میں داخلہ

ممکن نہ ہوگا۔!“

”تب تو واقعی ناممکن ہی ہے....!“

”لیکن اگر تم چاہو تو اُس کی بیوی کے توسط سے اُس پر ہاتھ ڈال سکتے ہو۔!“

سنگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ”تمہارا کام اسی طرح ہو سکتا ہے کہ پروفیسر تمہارے قبضے

میں آجائے....!“

”میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اب تم میری طرف سے قبوے کی ایک

پیالی پیو اور چلتے پھرتے نظر آؤ جب تک نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاؤ گے یہیں بیٹھا رہو نگا۔!“

”اگر کسی نے تعاقب کیا تو مارا جائے گا....!“ سنگ نے نتھنے پھلائے۔

”چچا چاہے جتنا حرامی ہو۔ بھتیجا واقعی فراخ دل ہے۔!“

”کوئی بہت ہی بڑا حرامی پن تمہارے اس رویے میں پوشیدہ ہے....!“

”سوچنے کے لئے مواد بھی لے جا رہے ہو....!“

”میں اس کے علاوہ آج کل اور کچھ نہیں سوچ رہا کہ تھریسیا میری گرفت میں آجائے۔!“

”اور پھر جہاں اُس نے مسکرا کر تمہاری طرف دیکھا ناچنا شروع کر دو گے دم کے بل....!“

”دنیا کی واحد عورت ہوگی جس کا پیٹ چاک کر کے آنتیں باہر نکال دوں گا۔!“

”اور چاقو پیٹ ہی میں بھول آتا....!“

”اے بس.... بکواس بند کر....!“ سنگ نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔
 اوپر ی دانت نچلے ہوئوں کو ہولے ہولے سہلاتے رہے۔



دوسری صبح عمران نے سیامیز کے مالک سائمن بارڈ کے قتل کی خبر بھی اخبار میں پڑھ لی۔ یہ ایک سفید فام غیر ملکی تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق سنگ صرف تھریسیا کے مخصوص خدام کو ٹھکانے لگا رہا تھا۔ بحیثیت لیفٹیننٹ جنرل عمران نے ہومی سائیڈ کے آفیروں سے رابطہ قائم کر کے مقتول سائمن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں۔ اُس کی شہریت کے کاغذات جعلی ثابت ہوئے تھے۔ اسی طرح توکیو اور سام ٹرینی بھی غیر قانونی طور پر ملک میں داخلے کے مرتکب پائے گئے تھے۔ جیفرسن قید میں تھا لیکن اُس نے اپنی زبان بند کر لی تھی۔ اور کاغذات بھی نہیں پیش کر سکا تھا۔ ویسے بھی عمران نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ زیر ولینڈ کا نام اگر اُس کی زبان پر آیا تو پھر اُس کی گلو خلاصی ناممکن ہوگی.... سنگ ہی پر قابو پانے کے بعد وہ اُس کی رہائی کی بھی کوئی تدبیر کرے گا.... یہ سب کچھ اُس نے اس موقع پر کیا تھا کہ شاید وہ تھریسیا کے سلسلے میں اُس کی زبان کھلوا سکے.... لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوئی تھی اور اُس معاملے کو جہاں تہاں چھوڑ دیا تھا.... ہیڈ کوارٹر سے اُس نے انٹرنیشنل کارخ کیا تھا جہاں صفدر اور نیو مقیم تھے.... دروازے پر دستک دینے سے پہلے ہی اُس نے مصنوعی دانت کا چھپر نکال کر جیب میں ڈال لیا تھا۔ نیو نے دروازہ کھولا اور اُسے دیکھتے ہی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا!

”صفدر کہاں ہے....؟“ عمران نے دروازہ بند کر کے پوچھا۔

”پتا نہیں.... صبح ہی سے غائب ہے... بہت اچھا کیا کہ آپ خود ہی آگئے ورنہ صفدر نے مجھے قطعی نہیں بتایا کہ تاراپور کا بیج سے رجوع کرنے کے بعد آپ سے ملاقات کس طرح ہوتی ہے۔!“
 ”خیریت....!“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا ”میری یاد کیوں ستارہی تھی....!“

”عالیہ آپ سے ملنا چاہتی ہے....!“

”چھالیہ تو میں کھاتا ہی نہیں....!“ عمران نے مایوسی سے کہا۔

”عالیہ.... عالیہ.... پروفیسر ضخیم اشرف کی بیوی....!“

”اوہ.... اچھا.... مگر کیوں....؟ وہ مجھے کیا جانے....!“

”یہ میں نہیں جانتا.... اُس نے کہا تھا عمران سے کہنا پہلے مجھ سے مل لیں۔ میں نے پوچھا تھا کس سے پہلے لیکن اُس نے جواب دینے کی بجائے کہا کہ مجھے اس سے سروکار نہ ہونا چاہئے.... بس اُس کا پیغام انہی الفاظ میں آپ تک پہنچا دیا جائے.... سو میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوا!“

”نہیں بتایا کہ ملنے کی کیا صورت ہو گی!“

”ایک فون نمبر دیا تھا جس پر کسی وقت بھی اُس سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔“ عمران نے نمبر نوٹ کرتے ہوئے پوچھا! ”کیا صفدر کو اس کا علم ہے....!“

”ہرگز نہیں....! اس کے لئے اُس نے سختی سے منع کر دیا تھا۔!“

”ٹھیک ہے.... اُس سے تذکرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں....! اور سناؤ اس دوران میں کتنی لڑکیاں پسند آئیں۔!“

”ڈیوٹی پر لڑکیاں پسند نہیں کرتا....!“ نیو نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ ”ویسے ایک گزارش ہے کہ عالیہ سے ہوشیار رہئے گا۔ غیر متوقع طور پر بے تکلف ہو جاتی ہے۔!“

”کیا تم شرمندگی اٹھا چکے ہو۔!“

”مجھے تو اُس کے صحیح الدماغ ہی ہونے میں شبہ ہے۔!“ نیو جھینپ کر بولا۔

”خیر.... خیر.... ہم ایک مہم سر کرنے نکلے ہیں.... اور پروفیسر کی بیوی اس مہم کا ایک اہم مرحلہ معلوم ہوتی ہے۔!“

نیو کچھ نہ بولا۔ عمران نے کہا ”صفدر سے کہہ دینا کہ اُسے جس کام پر لگایا تھا اُسے ترک کر کے فی الحال آرام کرے....!“

اس کے بعد وہ کمرے سے نکلا چلا آیا تھا۔ راہ داری سنسان تھی۔ اُس نے پھر مصنوعی دانتوں کا خول چڑھالیا۔ اور ہوٹل سے باہر نکل کر ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کا رخ کیا تھا۔ فون پر عالیہ کے دیئے ہوئے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی تھی ”ڈاکٹر عالیہ اشرف۔!“

”پیاز کا آڑھتی....!“

”اوہ.... تم ہو....! ابھی اُس سے ملے تو نہیں۔!“

”تمہارا پیغام ملنے ہی ارادہ ملتوی کر دیا۔!“

”بہت اچھا کیا.... گل بار کے فیملی کیبن نمبرات میں.... ٹھیک تین بجے....!“

”بیٹھ جاؤں گا....!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ اور عمران نے ریسورہک سے لڑکا دیا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔ !سنگ اُس کے اس میک اپ سے بھی واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے اُسے خدشہ تھا کہ کہیں اُس کا کوئی آدمی اُس کی نگرانی نہ کر رہا ہو۔ بہر حال شبہ رفع کرنے کے لئے اُس نے ایسی تدابیر اختیار کی تھیں جن سے تعاقب کا علم ہو جاتا۔ بہر حال اس وقت تو اس کا اندیشہ غلط ہی ثابت ہوا تھا۔ کوئی بھی ایسا نظر نہ آیا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کر سکتا۔ !ٹھیک تین بجے گلبار کے فیملی کیمن نمبر سات میں داخل ہوا اور اس وقت ریڈی میڈ میک اپ میں بھی نہیں تھا۔ چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔ عالیہ کیمن میں موجود تھی۔ اُسے دیکھ کر اٹھ گئی اور خاموش کھڑی بغور دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی ”کیسے یقین کر لوں کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو....!“

”مک.... کون کہتا ہے....؟“ عمران بوکھلا کر بولا۔

”بیٹھ جاؤ....!“ وہ ہاتھ ہلا کر بولی.... اور عمران اس طرح بیٹھ گیا جیسے خدشہ ہو کہ ذرا سا بھی ڈھیلا پڑا تو کرسی نیچے سے نکل جائے گی۔

”یقین نہیں آتا کہ وہ.... تم سے خائف ہوگی.... تم سے....!“

”مک.... کون....!“ وہ ہونفوں کی طرح اپنا سر ٹٹولتا ہوا بولا۔

”ٹی.... تھری.... بی....!“

”ارے وہ....!“ عمران سر جھٹک کر بولا ”آئی تھریسیا۔!“

”بس یقین آگیا.... جو نظر آتے ہو حقیقتاً وہ نہیں ہو۔!“

”چیونگم....!“ عمران چیونگم کا پیکٹ اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ جو شکریے کے ساتھ

قبول کر لیا گیا تھا۔ اور وہ اب بھی اُسے بڑی توجہ اور دل چسپی سے دیکھے جا رہی تھی۔ آخر

بولی ”عجیب اتفاق ہے۔ تمہی سے مڈ بھیڑ ہو گئی تھی۔!“

”میری اور اُس کی روحانی اٹھاپنک رہتی ہے....!“

”جانتے ہو.... وہ تم سے کیوں مصالحت پر آمادہ ہو گئی ہے۔!“

”مصالحت....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”وہ اور مجھ سے مصالحت....!“

”بہتر ہے کہ تم اس پر یقین نہ کرو....!“

”بات ہی سمجھ میں نہیں آئی.... پھر یقین اور بے یقینی کا کیا سوال....؟“

”اُس کا ایک کارکن اُس سے برگشتہ ہو کر اُس کے خاص آدمیوں کو قتل کر رہا ہے اور خود اُس

کی تلاش میں بھی ہے....!“

”اچھا....!“ عمران نے حیرت سے کہا ”تو یہ جو ادھر اتنے قتل ہوئے ہیں۔!“

”اُسی کا ہاتھ ہے اُن میں.... بہر حال شائد وہ تم سے اسی لئے مصالحت پر آمادہ ہو گئی ہے کہ

تم فی الحال اُس کے پیچھے نہ پڑو....!“

”لیکن تم اُس سے کیوں برگشتہ ہو گئی ہو۔!“

”مجھے اُس سے شدید نفرت ہے کیونکہ وہ ہمیں پالتو کتوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہے۔!“

”پروفیسر کا کیا رویہ ہے....!“

”ان کا بس چلے تو اُس کے تلوے چاٹ کر رکھ دیں۔!“

”کیا وہ فانوس ہی میں ہے۔!“

”یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی.... کیونکہ فانوس کے رازوں سے پوری طرح میں بھی

آگاہ نہیں ہوں۔ البتہ اُس کی آواز وہاں ضرور سنی جاتی ہے۔!“

”ہائیں.... تمہیں شوہر کے کسی راز کا علم نہیں....! کیسی بیوی ہو....!“

”بس ایسی ہی بیوی ہوں....! پروفیسر کی سیکریٹری تھی۔ کسی طرح مجھے علم ہو گیا کہ

پروفیسر غیر ملکیوں سے ساز باز رکھتے ہیں۔ لہذا میں نے انہیں بلیک میل کرنا شروع کیا.... میں

خود کوئی بہت اچھی تھوڑا ہی ہوں.... پروفیسر کی بے پناہ دولت پر میری نظر تھی۔ بہر حال

پروفیسر کو بلیک میل کر کے اُن سے شادی کر لی اور مسلسل کوشش کرتی رہی کہ وہ تنظیم سے الگ

ہو جائیں لیکن اُس پر تو بھوت سوار ہے۔ وہ اسے بہت بڑی بات سمجھتے ہیں کہ سائنس کے میدان

میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ لوگوں سے اُن کا تعلق ہو گیا ہے۔! بہر حال مجبوری یہ ہے کہ میں

پروفیسر کو چھوڑ نہیں سکتی۔ اس لئے خود بھی الجھ گئی ہوں۔ اگر تم کسی طرح اُس عورت پر قابو پا جاؤ

تو.... تو کتنا اچھا ہو.... لیکن تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا پڑے گا کہ بعد میں تم مجھے اور پروفیسر کو

بھی قانون کے حوالے نہیں کر دو گے....!“

”تمہیں میرے بارے میں اتنی تفصیل سے کس نے بتایا ہے۔!“

”پروفیسر نے.... اور پروفیسر کی معلومات کا ذریعہ خود تھریسیا ہے....!“

”تو پھر اب تم ہی بتاؤ کہ میں اُس پر کس طرح قابو پا سکتا ہوں۔!“

”یہ تمہارے سوچنے کی بات ہے.... میں کیا بتاؤں۔!“

”میں نے سنا ہے کہ پروفیسر کی مرضی کے بغیر کوئی فانوس میں داخل نہیں ہو سکتا۔!“

”تم نے ٹھیک سنا ہے....!“

”تب تو تھریسیا وہیں ہو گی۔ برگشتہ ہو جانے والے کارکن کی وجہ سے وہ قیام کے لئے ایسی ہی

جگہ کو ترجیح دے گی جہاں وہ نہ پہنچ سکے۔!“

”میں بھی یہی سوچتی رہی ہوں....!“

”لیکن اُسے تلاش نہیں کر سکیں....!“

”نہیں.... میں صرف یہ جانتی ہوں کہ فرش کے نیچے تہہ خانے ہیں اور میں وہاں تک پہنچ

سکتی ہوں.... لیکن چھت پر نہیں پہنچ سکتی.... چھتوں پر کیا ہے میں نہیں جانتی۔ عمارت باہر

سے گلوب کی طرح گول ہے۔ اُس گولائی اور چھتوں کے درمیانی خلاء میں کیا ہے....! میں نے

پروفیسر سے پوچھا تھا لیکن اُس کا جواب ہے کہ وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔!“

”اگر میں کسی طرح اُس عمارت میں داخل ہو سکوں....!“

”میں تم سے یہی کہنا چاہتی تھی.... پروفیسر کی لاعلمی میں تمہارا داخلہ ممکن ہے اگر میں

چاہوں.... چھپائے بھی رکھ سکتی ہوں۔!“

”ملازمین کتنے ہیں جو عمارت کے اندر رہتے ہیں....!“

”گیارہ....!“

”ٹھیک ہے.... تو پھر لاؤ.... ہاتھ پر ہاتھ مارو.... میں تیار ہوں....!“ عمران اُس کی

طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا تھا۔



سنگ کا نائب راجن اُسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا کیونکہ وہ معجزاتی طور پر بدل گیا تھا۔

راجن کو اپنی بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا اس لئے کہ وہ دبے پتلے سنگ ہی سے ایک قوی ہیکل

پٹھان میں تبدیل ہو گیا تھا۔ لیکن آخر جسمانی طور پر بھی وہ اتنا کجیم شجیم کیسے نظر آنے لگا تھا۔ سنگ اُس کا حلیہ دیکھ کر ہنس پڑا اور بولا۔ ”محض چہرے کا گٹ آب کر لینے میں کیا رکھا ہے۔ سر کس کے مسخرے بھی کر لیتے ہیں۔! اس فن کی معراج تو دراصل یہی ہے جس میں تم مجھے دیکھ رہے ہو۔!“

”میری سمجھ سے باہر ہے جناب....!“

سنگ نے قمیض اُتار دی اور بولا ”یہ وہی میٹرل ہے جس سے خلاء بازوں کا لباس تیار کیا جاتا ہے لیکن اُس لباس میں تناسب نہیں ہوتا۔ اس میں تناسب کا خیال رکھا گیا ہے۔ اگر اسے جسم پر منڈھ لینے کے بعد اوپر سے معمولی لباس پہن لیا جائے تو نیچے والا لباس جسامت بن جاتا ہے۔!“

اُس نے پھر قمیض پہن لی تھی۔ لیکن راجن کی حیرت کم نہ ہوئی۔

”اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے جسم پر منڈھ لینے کے بعد میں الیکٹرک شاک سے بھی محفوظ رہ سکوں گا۔!“ سنگ نے کہا ”فانوس میں پیش آنے والی اہم ترین پر اہم کا حل....!“

”لیکن آپ وہاں داخل کیسے ہوں گے۔!“

”ہارڈی لے جائے گا.... میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ میرے قابو میں آگیا ہے....!“

”لیکن وہ تو سفید فام ہے.... تھریسیا کو سفید فاموں پر بڑا اعتماد ہے۔!“

”بہترے لوگ اُس کی سخت گیری سے نالاں ہیں۔ ہارڈی بھی انہی میں سے ایک ہے۔ میری ہی طرح وہ بھی عورت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن تھریسیا اُس پر کڑی نظر رکھتی ہے۔ اور میں پچھلے دو دنوں سے اُسے عیش کرا رہا ہوں۔!“

”لیکن وہ آپ کو فانوس میں کیسے لے جائے گا۔!“

”کچھ سامان ایک جگہ سے فانوس میں منتقل کرنا ہے۔ دوسرے بار برداروں کے ساتھ وہ

مجھے بھی لے جائے گا.... اور پھر دوسروں کو رخصت کر کے مجھے وہیں کہیں چھپا دے گا۔!“

”اچھی طرح سوچ لیجے گا جناب کہیں دھوکا نہ ہو۔ یہ سفید فام سور لومڑی کی اولاد ہوتے ہیں۔!“

”بے فکر رہو.... میں چہروں پر اندر کا حال پڑھ لینے.... کا ماہر ہوں.... وہ دھوکا نہیں

دے گا۔ یہ اور بات ہے کہ میں خود اپنی لائسنس کی بناء پر چوٹ کھا جاؤں۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”میں نے وہ عمارت اندر سے نہیں دیکھی....! اور ہارڈی بھی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ویسے اُس نے مجھے چھپانے کے لئے ایک جگہ تلاش کر لی ہے....!“

”خطرناک کام ہے....! اندھی چال....!“

”دوسری بات! وہ مجھے اس میک اپ میں سنگ ہی کی حیثیت سے نہیں جانتا میں نے اُس سے کہا ہے کہ میرے ایک آدمی کو کسی طرح فانوس پہنچا دے.... میں تو اس کے لئے صد خان ہوں.... ایک مزدور....!“

”یہ بہت اچھا کیا آپ نے....!“

”اور میری عدم موجودگی میں تم.... پانچ نمبر والوں کو تلاش کرتے رہنا.... اور جو بھی ہاتھ لگے اُسے ختم کر دینا....!“

”بہت بہتر جناب....! آپ نے دیکھ ہی لیا کہ میں نے سام ٹرینی کو کیسے مارا تھا۔!“

”شاندار.... یقین کرو کہ اس مہم کے بعد تم یہاں کے سب سے زیادہ دولت مند آدمی ہو گے!“

”ایک بار پھر عرض کروں گا کہ راجن کے لئے آپ کی ذات ہی کافی ہے....! میں بچپن ہی سے عقل مند ہی اور طاقت کا پجاری رہا ہوں۔!“

”اب ذرا ایک بوتل کھولو....!“

”پھر وہ دونوں پینے بیٹھ گئے تھے اور سنگ مختلف قسم کی عورتوں کے بارے میں اپنے تجربات بیان کرنے لگا تھا۔

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ باہر نکلا اور ایک طرف چل پڑا.... شاید دو ڈھائی میل پیدل چلنے کے بعد مشینری کے اسپئر پارٹس کے ایک گودام کے سامنے رُکا تھا۔ غالباً یہیں سے اُسے کچھ سامان فانوس میں پہنچانا تھا.... سامان ٹرک پر بار کیا جا رہا تھا۔

روانگی کے ذقت سنگ بھی دو مزدوروں کے ساتھ ٹرک کے پچھلے حصے میں بیٹھ گیا.... اُس سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔

فانوس کی کمپاؤنڈ میں ہارڈی ٹرک کی آمد کا منتظر تھا۔! ٹرک سے سامان اُترنے لگا.... ہارڈی کی نظر خصوصیت سے سنگ پر تھی اور وہ بہت زیادہ نروس دکھائی دے رہا تھا۔! سنگ اُس کے

قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا! ”یہ کیا کر رہے ہو.... خود کو سنبھالو.... ورنہ کھیل بگڑ جائے گا!“
 ”وہ.... وہ.... خود کیوں نہیں آیا....!“ ہارڈی ہکلا یا۔

”وہ خود نہیں آسکتا.... اپنی جسامت کو نہیں چھپا سکتا۔ خواہ کچھ کر ڈالے ہر حال میں پہچان لیا جائے گا!“

”تت.... تم کیا کرو گے....!“

”یہ مجھ پر چھوڑ دو.... کسی طرح اندر پہنچا کر چھپنے کی جگہ دکھا دو....!“

”اچھا.... اچھا....!“

دوسرے مزدور سامان اٹھا کر اندر جا رہے تھے۔ سنگ نے بھی کچھ اٹھایا۔ اور اُن کے پیچھے چلتا ہوا عمارت میں داخل ہوا.... جہاں سامان رکھنا تھا۔ وہاں ہارڈی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور سنگ نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ عمارت کے کسی بھی فرد کی توجہ اُن کی طرف نہیں ہے۔ یہ کمرہ غالباً گودام کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ پہلے ہی سے خاصا کاٹھ کباڑ یہاں موجود تھا۔ آخری پھیرنے کے بعد جب مزدور باہر نکل رہے تھے۔ سنگ ایک طرف رکھے ہوئے کریٹوں کی اوٹ میں ہو گیا.... ہارڈی دوسرے مزدوروں کو رخصت کر کے پھر گودام میں داخل ہوا اور متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سنگ کریٹوں کے پیچھے سے نکلا تھا۔ ہارڈی نے چھپٹ کر دروازہ بند کر دیا۔!



تین دن سے عمران کا کہیں پتا نہ تھا۔ تاراپور کا بیچ والے بھی اُس کی نشان دہی نہیں کر سکے تھے۔ صفدر کو اُس سے مل بیٹھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ ضخیم اشرف نے فون پر تھریسا سے ہونے والی گفتگو کی یاد دہانی کراتے ہوئے اطلاع دی تھی کہ عمران نے ابھی تک اُس سے رابطہ قائم نہیں کیا۔

صفدر اور نیو انٹرنیشنل والے کمرے میں بیٹھے یہی سوچ رہے تھے کہ عمران کو کہاں تلاش کیا جائے۔

”آخر ضخیم اشرف عمران صاحب سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔!“ نیو نے کہا۔

”اُس کی بیوی کیوں ملنا چاہتی تھی۔!“

”اُس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا۔!“

”اسی طرح ڈاکٹر اشرف نے بھی مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ اُن سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔!“

”خدا جانے وہ اُن سے ملی بھی یا نہیں۔! فون نمبر تو میں نے دے دیا تھا۔!“

”اس پکڑ میں نہ پڑو.... وہ اپنے بارے میں کبھی کسی کو کچھ نہیں بتاتے اور جب ان کا دل چاہتا ہے پہلے سے طے شدہ پلان کو بھی سرے سے رد کر کے کچھ اور کر گزرتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو.... پہلے یہ اسکیم تھی کہ تم اُن کے میک اب میں ضخیم اشرف سے ملو گے۔ لیکن پھر اچانک چچا بھتیجے والی اسکیم بن گئی۔!“

”مقصد ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔!“

”مقصد کا علم صرف ایکس ٹو کو ہوتا ہے یا پھر بعض حالات کے تحت وہ عمران صاحب کو بھی آگاہ کر دیتا ہے۔ لیکن بات عمران صاحب سے آگے نہیں بڑھتی۔!“

نیو کچھ نہ بولا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی۔ صفدر نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے پروفیسر ضخیم اشرف کی آواز آئی تھی ”ملاقات ہوئی....؟“

”نہیں پروفیسر۔!“ صفدر بولا۔

”مجھے یقین نہیں ہے کہ تم نے پہلا پیغام اُس تک پہنچایا ہی دیا ہو۔!“

”بھلا میں جھوٹ کیوں بولنے لگا۔!“

”تمہاری اپنی کوئی مصلحت ہو گی۔!“

”میں اُن کی ماتحتی میں کام کرتا ہوں۔ پروفیسر.... اُن کے سلسلے میں میری اپنی کوئی مصلحت نہیں ہو سکتی۔!“

”خیر....! فی الحال ایک بہت ہی اہم مسئلہ درپیش ہے....! فون پر اُس سے متعلق گفتگو

نہیں کی جاسکتی۔! اس لئے تم دونوں یہیں آ جاؤ۔!“

”اچھی بات ہے.... بیس منٹ کے اندر ہی پہنچ جائیں گے۔!“ صفدر نے کہا اور ریسیور

کریڈل پر رکھ دیا۔

”کہاں پہنچ جائیں گے....؟“ نیو نے پوچھا۔

”فانوس....! پروفیسر نے ہم دونوں کو بلایا ہے۔ کسی اہم مسئلے پر بالمشافہ گفتگو کرے گا۔!“

”سوچ لو.... کہیں چوٹ نہ ہو جائے۔!“

”فكر نہ کرو.... سب ٹھيك ہے۔! میں اپنی ذمہ داری پر تمہیں لے جاؤں گا۔!“

”اور دونوں کی موت کی ذمہ داری کس پر ہوگی۔!“

”عمران صاحب پر....!“ صفر جھنجھلا کر بولا۔

نیو طوعاً و کرہاً اٹھا تھا اور اُس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُن کی ٹیکسی فانوس کے کپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

پروفیسر تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ شاید اُس نے پہلے ہی اُن سے متعلق ملازمین کو ہدایات دے دی تھیں۔

”بیٹھ جاؤ....!“ پروفیسر نے سامنے والی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

”دونوں کو بلانے کی کیا ضرورت تھی....!“ صفر نے بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔ ”جبکہ بات

صرف تین افراد کے درمیان تھی۔ آپ نے بھی سنا تھا۔!“

نیو نے حیرت سے صفر کی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔!

”اب مجھے جو حکم ملا ہے اُس کے مطابق یہی ہونا تھا۔!“

”لیکن ایک بات پھر واضح کر دوں کہ اگر عمران صاحب نے آپ سے رابطہ قائم نہیں کیا تو

اس میں میرا کیا قصور....!“

”تمہیں کون قصور وار ٹھہرا رہا ہے۔! مادام تم سے مزید گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔!“

”کیا بہ نفس نفیس موجود ہیں۔!“

”میں نہیں جانتا....! جس طرح اُس دن گفتگو ہوئی تھی۔ آج بھی ہو جائے گی۔!“

”تو یہ بھی ساتھ جائیں گے....!“ صفر نے نیو کی طرف مڑ کر پوچھا۔

جواب اثبات میں ملا تھا۔ صفر نے کہا۔ ”اور اگر میں اس سے انکار کر دوں تو۔!“

”کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہو گا وہی جو مادام چاہیں گی۔!“

”یہ کیا بکواس ہے....؟“ نیو اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔! پھر دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ سن

سا ہو کر رہ گیا۔! ایک سفید فام آدمی اسٹین گن لئے کھڑا نظر آیا۔ نال انہی کی طرف اٹھی ہوئی

تھی۔ نیو پھر بیٹھ گیا اور تہر آلود نظروں سے پروفیسر کو گھورنے لگا۔!

”برامانے کی ضرورت نہیں۔!“ پروفیسر نے نرم لہجے میں کہا۔! ”اُس قوت کے آگے میں

بھی اتنا ہی بے بس ہوں جتنے تم ہو۔“

”یہ کس قوت کی بات ہو رہی ہے۔“ نیو نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں صفدر سے پوچھا۔
 ”ابھی دیکھ ہی لو گے....“ صفدر بیزار سی سے بولا! وہ سوچ رہا تھا کہ اس بار سچ بچ پھنس ہی گئے۔ نیو کے مشورے پر عمل کرنا چاہئے تھا۔

دیئے اُن لوگوں کے پچھلے رویے کی بناء پر سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ اتنی سی بات پر اسٹین گن نکل آئے گی! اُس نے بغور اُس سفید فام آدمی کا جائزہ لیا جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔ خاصا چوکنالگ رہا تھا۔ کچھ کر گذرنے کا بھی امکان نظر نہ آیا۔
 ”اور اب تم دونوں اُس دیوار پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاؤ....!“ پروفیسر نے کہا ”جامہ تلاشی لی جائیگی....!“

”ہمارے پاس اسلحہ نہیں ہے....!“ صفدر بیزار سی سے بولا۔

”قلم تراش چاقو بھی وہاں نہ لے جاسکو گے۔ چلو جلدی کرو....!“

پھر سفید فام آدمی اُنہیں کور کئے کھڑا رہا تھا اور پروفیسر نے جامہ تلاشی لی تھی۔ صفدر کے بیان کے مطابق وہ سچ بچ ”خالی ہاتھ“ تھے....!

”ٹھیک ہے....!“ پروفیسر طویل سانس لے کر بولا۔ ”اب اُس دروازے سے گذر چلو۔!“
 صفدر نے ایک بار پھر خود کو وہیں پایا جہاں سے اُس تہہ خانے میں داخل ہوا تھا۔ سفید فام اسٹین گن سنبھالے اُن کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ نیو نے بے بسی سے اُس کی طرف دیکھا اور تھوک نکل کر رہ گیا۔!

زندگی میں پہلی بار اس قسم کے حالات سے گذرا تھا۔

تہہ خانے میں پہنچ کر وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔ اسلحہ بردار سفید فام آدمی اوپر ہی رہ گیا تھا۔ ساتھ نہیں آیا تھا۔!

پروفیسر نے تیزی سے شیشے کے ایک کیبن میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور وہیں سے بولا۔ ”یہ مت سمجھنا کہ یہاں تم بے بس نہیں ہو۔!“

اُس کی آواز مائیکروفون سے آئی تھی۔ وہ کہتا رہا ”اگر یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ لگایا تو بے بسی کی موت مرو گے۔ لہذا جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہو۔!“

نیو نے مٹھیاں بھینچیں تھیں اور صفدر آہستہ سے بولا تھا۔ ”وہ ٹھیک کہہ رہا ہے تن بہ تقدیر چپ چاپ کھڑے رہو۔ اب تو آہی پھننے ہیں۔ ویسے یہ سمجھ لو جب تک عمران صاحب ان کے ہاتھ نہیں لگتے یہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ دماغ کو ٹھنڈا رکھو ہو سکتا ہے اب ہماری حیثیت پر غالیوں جیسی ہو۔“

”تمہارا خیال درست ہے صفدر....!“ دفعتاً تھریسیا کی آواز تہہ خانے میں گونجی۔ ”تمہاری سرگوشی بھی مجھ تک پہنچ رہی ہے۔ کیا تم نے میرا پیغام اُس تک پہنچا دیا تھا....؟“

”اور وہ پیکٹ بھی حوالے کر دیا تھا۔!“ صفدر بولا.... نیو کچھ اور بھی زیادہ حیرت زدہ نظر آنے لگا تھا۔ لیکن خاموش ہی رہا۔

”اس بار اسکی چالاکی کسی کام نہیں آسکے گی۔ میں نے بڑے خلوص سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ اگر وہ تم سے نہیں ملے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔!“

”کچھ نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ اب تو تم بطور یرغمال یہاں رہو گے۔ اگر اس عمارت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو یہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ اڑ جائے گی۔!“

”لیکن عمران صاحب کو اس کی خبر کس طرح ہوگی....! کیونکہ رابطے کا ذریعہ یعنی میں تو یرغمال بنالیا گیا ہوں۔“

”اب اس سے کسی اور طرح رابطہ قائم کیا جائے گا اور جب تک وہ مجھ سے مل نہیں لیتا، تم دونوں خود کو قیدی تصور کرو۔“

”چلو ٹھیک ہے۔!“ صفدر طویل سانس لے کر بولا۔ ”وہ بھی سچ مچ اتنے احمق نہیں ہیں کہ اس عمارت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔!“

”میں مطمئن نہیں ہوں۔! وہ نیم دیوانہ ہے۔!“

کوئی کچھ نہ بولا۔ نیو کی حالت عجیب تھی۔ اُس کی تو سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔!

”دوسری بات۔!“ تھریسیا کی آواز پھر تہہ خانے میں گونجی۔ ”تمہارا یہ ساتھی اپنے بلد گروپ کی وجہ سے میرے تجربے کے لئے موزوں ہے۔!“

”تم ایسا نہیں کر سکتیں۔!“ صفدر بے ساختہ بولا۔

”مجھے کون روک سکے گا! میں نے چاہا تھا کہ تمہارے ساتھی کو نظر انداز کر دوں لیکن عمران کے رویے نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔!“

”لاحاصل....!“ صفدر سر ہلا کر بولا ”تمہاری دھمکی عمران صاحب تک نہیں پہنچ سکے گی! میرے علاوہ اور کوئی اُن تک یہ بات نہیں پہنچا سکتا۔!“

”وہ کہاں ہے....؟“

”میں نہیں جانتا.... لیکن کسی نہ کسی طرح تلاش کر لوں گا!“

”اب میں خود ہی تلاش کر لوں گی۔ تم آرام کرو....!“ تھریسیانے کہا پھر خاموشی چھا گئی! تھوڑی دیر بعد شیشے کے کیبن سے پروفیسر کی آواز آئی۔ ”اب میری سنو! تم دونوں چپ چاپ سامنے والی کرسیوں پر بیٹھ جاؤ۔!“

”کیوں دماغ خراب ہوا ہے۔ ایک پٹنٹی میں دم نکل جائے گا!“ نیو اے گھونہ دکھا کر بولا۔

”اُس سے مت الجھو۔“ صفدر آہستہ سے بولا۔ ”جو کہہ رہا ہے فی الحال وہی کرو۔!“

”یعنی گردن کٹو! خواہ مخواہ.... پتا نہیں کیسا پکڑ ہے.... وہ عورت کون تھی اور کس نجر بے کی بات کر رہی تھی۔!“

”پہلے بیٹھ جاؤ.... پھر بتاؤں گا۔!“

نیو طوعا و کرہا کرسیوں کی طرف بڑھا۔ دونوں قریب قریب بیٹھ گئے لیکن پھر نیو کے حلق سے بے ہنگم سی آواز نکلی تھی۔! دونوں کو کرسیوں نے اس طرح جکڑ لیا تھا کہ بل بھی نہیں سکتے تھے۔ پتا نہیں کرسیوں کے کن اطراف سے دائرے کی شکل کی سلاخیں نکلی تھیں اور ان کے گرد لقمہ کر لیا تھا۔

”بالکل ہی پھنسو! دیا نا آخر....!“ نیو بھنا کر بولا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں۔ جتنی دیر بھی زندہ رہ سکو غنیمت ہے۔!“

”بڑے میاں....! میں تمہیں تو پیس ہی ڈالوں گا۔ عہد کرتا ہوں۔!“ نیو پروفیسر کی طرف لہ کر غرایا۔ لیکن وہ اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر کیبن سے نکلا اور لفٹ کے ذریعے اوپر چلا گیا۔

”یار میں تمہیں اتنا بدھو نہیں سمجھتا تھا۔!“ نیو نے صفدر کی طرف سر گھما کر کہا۔ لیکن وہ کچھ بولا۔ سختی سے ہونٹ بھیجنے لئے تھے۔!

کچھ دیر بعد دونوں پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی اور پھر وہ گہری نیند میں ڈوب گئے تھے۔!



پروفیسر اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہا تھا۔ پتا نہیں کیسے اچانک آنکھ کھل گئی۔ اور خلاف معمول اندھیرا دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔ گہری نیلی روشنی میں سونے کا عادی تھا۔ آخر اندھیرا کیسے ہو گیا؟ بستر سے نیچے پیر اُتارے ہی تھے کہ کسی نے سختی سے نہ صرف اُس کا منہ دبا دیا بلکہ اُسے بھی اٹھ کر کمر پر لا دیا۔ گرفت ایسی ہی سخت تھی کہ وہ جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ نامعلوم آدمی کچھ دیر تک اُسے کمر پر لا دے چلتا رہا پھر ایک جگہ اُتارتا ہوا آہستہ سے بولا۔ اگر شور مچایا تو گلا گھونٹ دوں گا۔!

پروفیسر اندھیرے میں کھڑا ہانتا رہا۔ پھر اچانک روشنی ہوئی تھی اور ایک لحیم شخم پٹھان سامنے کھڑا نظر آیا تھا۔ اور اُس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا چاقو دیکھ کر تو پروفیسر کی گھٹکی بندھ گئی۔ و اس وقت عمارت کے اُس کمرے میں کھڑا ہوا تھا جسے گودام کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

”تمت.... تم کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو....؟“ اُس نے بدقت تمام خوف زدہ لہجے میں سوال کیا۔!

”میں ملک الموت ہوں....!“ وہ چاقو کا پھل اُس کے چہرے کے قریب نچا کر بولا۔ ”اور“

سے تھریسا کا پتہ پوچھ رہا ہوں....!“

”مم.... میں نہیں جانتا....!“

”بکواس بند کرو.... دوپہر کو وہ تمہارے خانے میں بول رہی تھی۔!“

”ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے لیکن وہ اس عمارت میں نہیں ہیں۔ اور میں قطعی نہیں جانتا کہ کہاں ہیں۔ تمہارے خانے میں ایک ٹرانس میٹر اُن کی آواز کچھ کر کے مائیکروفون کو منتقل کر دیتا ہے!“

”اور وہ تمہارے جوابات بھی سنتی ہے۔!“

”اسی ٹرانس میٹر کے توسط سے۔!“ پروفیسر ہانتا ہوا بولا ”لیکن تم اندر کیسے داخل ہوئے!“

”تم صرف میرے سوالات کے جواب دو گے.... چلو.... آگے بڑھو.... اُدھر چلو!“

کریٹوں کے پیچھے.... چلو.... ورنہ چاقو کا پھل بازو میں اُتار دوں گا۔!“

پروفیسر لڑکھاتی چال سے آگے بڑھا تھا۔ اور کریٹوں کے پیچھے پہنچا تو نیچے کی سانس اور اوپر کی اوپر رہ گئی۔ اُس کی بیوی فرش پر دوزانو بیٹھی نظر آئی تھی۔ ہاتھ پشت سے بند

ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ اُس کے قریب ہی صفدر اور نیو آنکھیں بند کئے پڑے تھے۔
شاندان پر بیہوشی طاری تھی۔!

”یہ..... یہ کیا ہے.....!“ پروفیسر کی زبان سے بدقت نکل سکا۔!

”جناب کی بیگم صاحبہ ان قیدیوں کو چپکے سے باہر نکالے دے رہی تھیں..... میں نے سوچا کہ یہ تو بہت بُری بات ہے۔!“ پٹھان بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

”کیوں عالیہ.....؟“ پروفیسر بوکھلا کر بولا۔ لیکن عالیہ صرف پلکیں جھپکا کر رہ گئی۔

”وہ جواب نہیں دے سکتی..... لیکن تم میری سنو.....!“ پٹھان چاقو کو جنبش دے کر بولا
”نیچے تو تہہ خانے ہیں۔ لیکن ان چھتوں کے اوپر کیا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ چھتوں سے اوپری
گولائی کے مرکز کا فاصلہ کم از کم تیس فٹ ضرور ہوگا۔! اس تیس فٹ کے خلاء میں کیا ہے.....؟“
پروفیسر تھوک نگل کر رہ گیا۔ اور پٹھان نے چاقو کی نوک اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے
کہا۔ ”مجھے اوپر جانے کا راستہ بتاؤ۔!“

”اوپر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔!“

چاقو کی نوک دو سوت کے قریب گردن میں اتر گئی۔ اور پروفیسر بلبلا کر بولا تھا ”بتاتا
ہوں.....!“ چاقو کی نوک گردن سے ہٹ گئی۔ لیکن پروفیسر لڑکھڑا کر گر پڑا تھا۔
”اٹھو.....!“ وہ پیر چُخ کر بولا۔

”تم نے میرے جسم سے خون نکال کر اچھا نہیں کیا۔ یہ کمزوری ہے مجھ میں۔!“

”اُبے اٹھ.....!“ اُس نے پروفیسر کی گردن تھام کر اٹھا دیا۔ لیکن اُس کے پاؤں زمین پر نہ
ٹک سکے۔ پورا جسم ہی ربڑ کی طرح کھلچا کر رہ گیا۔!

”مم..... میری..... بات سن لو..... معمولی سازخم بھی مجھے مفلوج کر دیتا ہے۔ اب تم مجھے
اٹھا کر لے چلو..... میں راستہ بتا دوں گا لیکن عالیہ پر رحم کرو۔ میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا
میں راستہ بتا دوں گا مگر مادام اوپر نہیں ہیں۔!“

پٹھان نے اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھاتے ہوئے کہا تھا ”تمام تو اندھیرا ہے..... تم راستہ کیا
دکھاؤ گے.....!“

”سوچ آں کرتے چلنا۔!“

”میں اس کا خطرہ مول نہیں لے سکتا! البتہ نارچ استعمال کروں گا....!“ اُس نے کہا اور پروفیسر کو پھر فرش پر ڈال دیا اور جیب سے چھوٹی سی نارچ نکالی۔

”پہلے عالیہ کے ہاتھ کھول دو....!“ پروفیسر بولا۔

”بکو اس مت کرو.... ورنہ اُسے یہیں تمہارے سامنے ذبح کر دوں گا!“

پروفیسر کراہ کر رہ گیا۔ اُس نے اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا تھا۔ ایک ہاتھ میں نارچ بھی سنبھال رکھی تھی۔ کئی کمرؤں سے گزرنے کے بعد پروفیسر نے اُسے ایک بڑے کمرے میں رکھنے کو کہا تھا۔

”یہیں ہے راستہ.... روشنی کر دو....!“

”ہرگز نہیں.... راستہ بھی نارچ کی روشنی میں ہی دیکھوں گا!“ اُس نے پروفیسر کو فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔ اور پھر نارچ کی روشنی کا دائرہ کمرے میں چکرانے لگا۔

”وہ سوئچ بورڈ ہے....!“ پروفیسر بولا ”پش سوئچ دبانے سے لفٹ نیچے آئے گی اور اُس کا دروازہ کھل جائے گا۔ پھر لفٹ کے اندر والا سوئچ اُسے اوپر لے جائے گا!“

پٹھان آگے بڑھ کر نارچ کی روشنی میں سوئچ بورڈ کا جائزہ لینے لگا۔

”خدا کے لئے عالیہ پر رحم کرو....!“ پروفیسر کراہا۔

”کر دیا جائے گا۔ فی الحال خاموش رہو!“ کہتے ہوئے پٹھان نے پش بٹن پر انگلی رکھ دی۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی۔ وہ تو کمر تک فرش میں دھنس گیا تھا۔ فرش پر دونوں ہاتھوں کا زور دے کر اوپر اٹھنے کی کوشش کر ڈالی۔ لیکن پیر وہاں سے جنبش بھی نہ کر سکے جس جگہ جانکے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی پنڈلیاں آہنی پٹیوں کی گرفت میں آگئی ہوں دفعتاً پروفیسر کا قبضہ کمرے میں گونجا تھا اور روشنی ہو گئی تھی۔ وہ سامنے والی دیوار پر لگے ہوئے دوسرے سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا۔

”وہ پش بٹن جو تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے اس سوئچ بورڈ پر ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ہاتھ یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔“ پروفیسر نے بے حد سرد لہجے میں کہا تھا۔ اور واپسی کے لئے دروازے کی طرف مڑ گیا تھا۔

وہاں سے تیر کی طرح گودام میں آیا.... اور عالیہ کے ہاتھ کھولنے لگا۔ وہ اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے ہی منہ پر سے ٹیپ ہٹا جیج کر بولی! ”وہ خبیث جھوٹا ہے.... مجھے بگایا تھا اور

چاقو دکھا کر تہہ خانے میں لے گیا تھا۔ وہاں سے ان دونوں کو نکالا۔ اور یہاں لا کر بیہوش کر دیا۔“

”جہنم میں جائے.... اب تم چل کر اسی کے چاقو سے اُس کی ناک اور کان کاٹو....!“

”لیکن.... تم.... لیکن تم....!“

”مفلوج نہیں ہوا تھا۔“ پروفیسر ہنس کر بولا۔ ”میرا ذہن سوتے وقت بھی بیدار رہتا ہے۔

لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ اندر کیسے پہنچ سکا۔“

”میں بتاتی ہوں.... میں نے اُسے اُن مزدوروں میں دیکھا تھا جو ہارڈی کے اے ہوئے

سامان کے ساتھ آئے تھے۔“

”اوہ.... تو ہارڈی بھی غدار نکلا.... خیر چلو.... اُسے بھی دیکھیں گے....“

”کیا وہ عورت سوچ سچ یہاں نہیں ہے....!“ عالیہ نے آہستہ سے پوچھا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... مادام ایک مافوق الفطرت ہستی معلوم ہوتی ہیں.... وہ جب

چاہیں یہاں پہنچ بھی سکتی ہیں۔ لیکن یہ تمہارا وہم ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں۔“

وہ اُس کو اُسی کمرے میں لایا تھا جہاں پٹھان کو ناگفتہ بہ حالت میں چھوڑ گیا تھا۔

”ارے مردود تو یہاں کیا کر رہا ہے....!“ پروفیسر کمرے میں قدم رکھتے ہی دھازا.... اُسے

اپنا ایک ملازم اُس سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا تھا۔ جس کے پیش بٹن کو دباتے ہی اُس کے

بیان کے مطابق پٹھان آزاد ہو جاتا۔!

”جی یہ کہہ رہا تھا.... ذرا وہ بٹن دبا دو....!“ ملازم نے پٹھان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”میں پوچھ رہا ہوں تو کیسے یہاں آیا....؟“

”جی یہ اللہ میاں سے دعا کر رہا ہو گا کہ کوئی ادھر آجائے۔“ نوکر نے بڑی سادگی سے کہا۔ اور

عالیہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ پروفیسر نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر ملازم سے بولا ”جائکل یہاں سے!“

”جی بٹن تو دبا دوں.... تاکہ سالے کی جان چھوٹے۔!“

”گولی مار دوں گا.... ہٹ وہاں سے....!“

”جاؤ بیٹا مزے کرو....!“ ملازم نے پٹھان سے کہا اور سوئچ بورڈ کے پاس سے ہٹ کر

پروفیسر کے قریب آکھڑا ہوا۔

”شر فو کے بچے....!“ پروفیسر ملازم پر چیخا ”تو اب تک یہیں کھڑا ہے۔!“

”جی ذرا دیکھ رہا ہوں اے.....!“ شرفو کہہ کر زور سے چھینکا تھا ”ہات تیرے نزلے کی ایسی تھیں گلا پکڑ لیا ہے..... سالے نے.....!“

”اچھا ٹھیک ہے!“ پروفیسر کچھ یاد کر کے بولا! ”تو اس خمیٹ کے دونوں ہاتھ باندھ دے!“

”ہاتھ بند ہوا کر کیا کیجئے گا۔ پھنسا تو ہوا ہے سالا.....!“

”بیگم صاحبہ اس کے کان کاٹیں گی..... دونوں کان..... اُسی کے چاقو سے.....!“

”ارے باپ رے.....!“ شرفو پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ ادھر پٹھان نے قریب پڑی ہوئی نارچ اٹھائی اور سامنے والی دیوار کے سوچے بورڈ پر کھینچ ماری۔ وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھی تھی۔ ایش سوچے دبا تھا..... اور وہ فرش پر ہاتھ ٹیک کر اُس خلا سے باہر آگیا تھا جس میں پھنسا ہوا تھا۔ فرش پھر برابر ہو گیا۔ خلا سے باہر آتے ہی اُس نے چاقو کھول لیا تھا۔ جس کی کرکراہٹ کمرے میں گونجی تھی۔!

”قیمہ کر کے رکھ دوں گا سب کا.....!“ اُس نے پروفیسر پر چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ شرفو جھپٹ کر بیچ میں آگیا۔ عالیہ اور پروفیسر بوکھلا کر دیوار سے جا لگے تھے۔!

اور اب پٹھان پتیرے بدل بدل کر شرفو پر حملے کر رہا تھا اور شرفو نہ صرف اُس کے وار خالی دے رہا تھا بلکہ ہنس کر اُس کا مضحکہ بھی اڑاتا جا رہا تھا۔!

”اے واہ..... یہ کیا داؤ تھا..... ڈاڑھی کا تیکا تو سنبھال لے بھئی..... یہ بھی کوئی بات ہوئی..... شاباش اب چاقو پھینک کر مار..... شاید اسی طرح تیری مراد بر آئے۔!“

لیکن پٹھان بالکل خاموش تھا۔ البتہ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں حلقوں سے ڈبلی پڑی تھیں۔ اور وہ بڑے انہماک سے حملے کر رہا تھا۔

اچانک داخلے کا دروازہ کھلا تھا..... اور آواز آئی تھی ”بس کھیل ختم..... تم دونوں اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔!“

پٹھان کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ پڑا اور شرفو بھی جہاں تھا وہیں رہ گیا۔!

سامنے تھری یا کھڑی نظر آئی۔ اُس کی دونوں جانب دو سفید فام آدمی اسٹین گنیں لئے کھڑے تھے۔! شرفو اور پٹھان کے ہاتھ اٹھ گئے۔

”اوہ..... مادام..... مادام!“ پروفیسر گلوگیر آواز میں بولا۔ اور ادب سے جھکتا چلا گیا البتہ عالیہ اُسے کینہ تو ز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ تھری یا پروفیسر کی طرف توجہ دینے بغیر پٹھان اور شرفو کو

گھورے جارہی تھی۔!

”یہ میرا ملازم شرفو ہے مادام....! اور یہ چوٹا نہ جانے کیسے عمارت میں داخل ہوا تھا اور آپ کو تلاش کر رہا تھا۔!“ پروفیسر نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔

”دونوں چوٹے مجھے تلاش کر رہے تھے پروفیسر....!“ تھریسیا نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔
”شرفو میرا ملازم ہے مادام....!“

”یہ شرفو نہیں عمران ہے پروفیسر! تمہارا اثر فونہ جانے کہاں ہو گا اور دوسرا چوٹا سنگ ہے۔!“
”نہیں....!“ پروفیسر اچھل پڑا۔ ”سنگ اتنا بھاری بھر کم۔!“

”پورے جسم کے گٹ آپ میں ہے۔ ہارڈی اس سے ساز باز کر کے اسے یہاں لایا تھا۔ وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا۔ اور عمران کو تم دیکھ ہی رہے ہو اپنے ایک ملازم کے روپ میں۔!“
”کیوں پچھا....! پھنس گئے نا آخر....!“ شرفو پٹھان کو آنکھ مار کر بولا۔

سنگ کچھ نہ بولا۔ وہ تھریسیا کی بجائے عالیہ کو دیکھ رہا تھا۔ نہ صرف دیکھ رہا تھا بلکہ مسکرا کر کئی بار آنکھ بھی مار چکا تھا۔

”یہ تم دونوں کی آخری رات ہے....!“ تھریسیا سخت لہجے میں بولی۔

”اگر بیگم اشرف مجھ پر کرم فرمائیں تو میں اس آخری رات کو زندگی کی حسین ترین رات میں بھی تبدیل کر سکتا ہوں۔!“ سنگ نے کہا اور عالیہ اُسے گالیاں دینے لگی۔
”پروفیسر اسے لے جاؤ یہاں سے....!“ تھریسیا نے سرد لہجے میں کہا۔
”چلو.... چلو....!“ پروفیسر بوکھلا کر بولا۔

”میں نہیں جاؤں گی....!“

”کیا تجھے زندگی عزیز نہیں ہے۔!“ تھریسیا اُس کی طرف مڑ کر گھورتی ہوئی بولی۔

”نہیں تم ہر گز نہ جانا۔!“ عمران نے کہا ”تم بھی اسی کی طرح ایک طاقتور عورت ہو بلکہ میرا خیال ہے کہ بعض معاملات میں اس سے کہیں زیادہ اونچی بھی ہو۔!“

”تم خاموش رہو۔!“ تھریسیا عمران پر الٹ پڑی۔!

”مرنے سے پہلے جی بھر کے بول تو لینے دو۔!“

”تم مرو گے نہیں، بلکہ میرے ساتھ جاؤ گے۔!“

”ابھی تو کہہ رہی تھیں کہ آخری رات ہے۔!“

”یہاں.... اس سرزمین پر.... اور سنگ تم سنو.... تمہاری زندگی مشروط ہے۔!“

”بلکواس کئے جاؤ۔!“

”اگر تم وہ سارے کاغذات میرے حوالے کر دو.... تو تم بھی زندہ رہ سکتے ہو۔!“

”یہ قوف عورت.... کیا تو سمجھتی ہے....!“

”باباوب با ملاحظہ ہوشیار۔!“ عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا ”مادام کی شان میں گستاخی نہیں

برداشت کر سکتا۔! صرف تمہاری ماں یہ قوف تھی جس نے....!“

”خاموش....!“ سنگ مٹھیاں بھیج کر چیخا۔!

عمران نے نامی گنوں کی پرواہ کئے بغیر سنگ پر چٹانگ لگائی اور دونوں گتھے ہوئے فرش پر چلے آئے۔! تھریسیا کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اُس نے انہیں الگ کرنے کی کوشش نہ کی۔ خاموش کھڑی دیکھتی رہی۔!

”اسی دوران میں کچھ سوچ لو چچا.... دودوا اٹھیں گئیں ہیں۔!“ عمران آہستہ سے سنگ کے

کان میں بولا تھا۔!

سنگ کچھ نہ بولا۔ لیکن اب اُس کے انداز میں حقیقتاً جارحانہ پن باقی نہیں رہا تھا۔!

”چاقو اٹھا کر مجھ پر وار کرو....!“ سنگ نے عمران کے کان میں کہا۔!

لہذا اب فرش پر پڑے ہوئے چاقو کیلئے دونوں کے درمیان جدوجہد کا رہسل ہونے لگا تھا۔!

دوسری طرف پروفیسر عالیہ کو دھکیلتا ہوا دروازے کی طرف لے جا رہا تھا جیتے ہی قریب

پہنچے دروازہ کھلا اور دونوں باہر نکل گئے۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔

چاقو عمران ہی کے ہاتھ لگا تھا۔ جسے اُس نے سنگ کے سینے میں گھونپ دینے کی کوشش کی

تھی۔ سنگ نے چاقو والا ہاتھ پکڑ لیا.... پھر اُسے تھریسیا کی طرف موڑ کر جھٹکا دیا ہی تھا کہ چاقو

عمران کے ہاتھ سے چھوٹ کر اچھلا اور تھریسیا کے شانے پر پیوست ہو گیا۔!

وہ زور سے چیختی تھی۔ اُس کے دونوں ساتھی بوکھلا گئے۔

سنگ نے عمران کو چھوڑ کر اُن میں سے ایک پر چٹانگ لگائی اور اُسے دیوخی کر بیٹھ گیا۔!

دوسرے نے اٹھیں گن سیدھی ہی کی تھی کہ اُس کے پہلو پر عمران کی ٹکڑ پڑی۔!

کئی فائر ہوئے تھے.... لیکن ساری گولیاں دیوار پر پڑی تھیں اور پھر اسٹین کن اُس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ تھریسا اٹھ کر کمرے سے نکلی چلی گئی۔ چاقو بدستور اُس کے شانے میں پیوست تھا۔ اور وہ بُری طرح کراہے جا رہی تھی!

سنگ اپنے شکار کو چھوڑ کر اُس کے پیچھے لپکا....! شکار بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ شائد سنگ نے اُس کا گھونٹ دیا تھا۔! تھریسا نکلی جا رہی تھی۔ ادھر عمران کا حریف نہ بیہوش ہو رہا تھا اور نہ مر رہا تھا۔! آخر ایک بار اُس کے بال گرفت میں آگئے اور عمران نے اُس کے سر کو فرش پر پٹخنا شروع کر دیا۔

اس طرح وہ بھی کمرے سے باہر نکلنے کے قابل ہو۔ کا تھا۔ لیکن دونوں نے اسٹین گنز میں کمرے میں نہیں چھوڑی تھیں۔ سنگ ایک کمرے میں پروفیسر سے الجھا ہوا نظر آیا۔ لریاں پکڑے جھینکے دے دے کر اوپر کاراستہ پوچھ رہا تھا۔!

عمران نے آگے بڑھ کر اسٹین گن پروفیسر کی کھوپڑی سے لگا دی اور بولا۔ ”تمہارا مفرد دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑ جائے گا.... اگر تم نے اوپر جانے کا راستہ نہ بتایا۔!“

اور پھر پروفیسر نے کاندھے ڈال دیئے۔ اوپر جانے والی لفٹ تک انہیں لایا تھا۔ عمران نے اُسے بھی ساتھ ہی رکھا اور وہ اوپر پہنچے.... لیکن شائد تھریسا اب ہاتھ نہیں آسکتی تھی.... ایک چھوٹا فے گراز لے فرش سے بلند ہو رہا تھا۔! عمران نے نامی گن سے اُس پر فائر کئے۔ لیکن گولیاں اچٹ کر ادھر ادھر جا پڑیں۔ ایک تو خود اُس کے ہی لگی ہوئی اُترا چھل کر ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا۔ فے گراز اٹھ نوٹ بلند ہو چکا تھا۔ اچانک سنگ نے اُس کے نیچے پہنچ کر جھانک لگائی اور اُس کا ایک پایہ پکڑ لیا۔

چھت ایک بڑے سے دائرے کی شکل میں کھل گئی تھی۔ فے گراز اُس سے گذر اچلا گیا....! اور پھر اُس کے اوپر اٹھنے کی رفتار حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی تھی۔!

سنگ بدستور پایہ تھامے لڑکا ہوا تھا۔!

”اے اوچھا.... مجھے کیا اس خطی پر چھوڑے جا رہا ہے۔!“ عمران دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ

چینا....!

اچانک پروفیسر چیخا..... ”بھاگو..... عمارت تباہ ہو جائے گی..... ہم سب مر جائیں گے!“ اور پھر اُس نے لفٹ کی طرف بھاگنا چاہا تھا۔ لیکن عمران نے پیچھے سے اُسکے کوٹ کا کالر پکڑ لیا۔
 ”ارے مر جائیں گے.....!“ پروفیسر حلق پھاڑ کر چیخا!

”پرواہ نہیں.....! پہلے معاملے کی بات ہو جائے پھر نیچے چلیں گے!“
 ”وہ اُسی پر بیٹھے بیٹھے ایک بٹن دبائے گی اور عمارت دھماکے سے اڑ جائے گی..... لاسکی سے تعلق ہے یہاں لگے ہوئے ڈائنامائٹس کا.....!“

”کچھ بھی ہو.....! یہ بتاؤ کہ تم اُس دھاری دار آدمی کو اُس کی اصلی ہیئت میں واپس لے جاسکو گے یا نہیں۔!“

”ہاں..... ہاں ہو جائے گا بھاگو..... خدا کے لئے..... میں اُسے ٹھیک کر دوں گا۔!“
 ”بس تو چلو..... عمارت بھی نہیں اڑے گی..... اطمینان سے چلو.....“ تھریسیا نے جو دمکی میرے پاس روانہ کی تھی اُس کی بناء پر میں نے عمارت میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ڈائنامائٹ تلاش کئے تھے اور انہیں ناکارہ کر دیا تھا۔!
 ”کہیں ایک آدھ رہ ہی نہ گیا ہو۔!“

”کتنے تھے.....؟“

”پانچ عدد.....!“

”ٹھیک ہے..... سب بریکار ہو چکے ہیں۔!“

وہ نیچے آئے تھے۔ ایک کمرے میں صفدر اور نیو اور عالیہ ملے۔ عمران نے پروفیسر کو کرسی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا ”اب یہ بتاؤ کہ اُن لوگوں کی ہیئت کیوں بدلی گئی تھی۔!“
 ”مم..... میں نہیں جانتا..... یقین کرو..... وہ کہیں اور استعمال کئے جاتے..... یہاں کے لئے نہیں تھے اتنا ہی علم ہے مجھ کو.....!“

دفعۃً عالیہ بولی ”تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے یا نہیں.....!“

”ہاں..... اچھی طرح..... اسی لئے ابھی تک پولیس کو پروفیسر کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن اب یہ میری تحویل میں رہیں گے..... میں ان کی طرف سے کسی بڑے اخبار میں ایک مضمون شائع کراؤں گا جس میں دعویٰ کیا جائے گا کہ پروفیسر دھاریوں کے راز سے

واقف ہو گئے ہیں اور اگر اب کہیں ویسا کوئی آدمی ملے تو اُسے ان کے پاس پہنچا دیا جائے.... یہ اُسے اُس کی اصلی حالت پر لے آئیں گے۔!“

”زندگی بھر تمہاری احسان مند رہوں گی۔!“

”نہت.... تو.... کیا تم نے....!“ پروفیسر عالیہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔

”ہاں میں ہی انہیں یہاں لائی تھی اور اگر اب تم نے اُس عورت کا نام لیا تو میں خود ہی تمہیں شوٹ کر دوں گی۔!“

”میری گلو خلاصی تو اب موت ہی کر سکے گی میں اُن سے تعاون نہیں کروں گا تو وہ خود ہی مجھے شوٹ کر دیں گے۔!“

”وہم ہے تمہارا.... کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا تمہاری طرف.... کیا تمہیں اس سے انکار ہے کہ تھریسا مجھ سے خائف تھی۔!“

”سنگ سے خائف تھی۔!“

”یہ بھی غلط ہے سنگ سے خائف ہوتی تو اُسے پھینرتی ہی نہیں.... وہ مجھ سے وقتی مصالحت محض اس لئے کرنا چاہتی تھی کہ اطمینان سے سنگ کی طرف توجہ دے سکے۔!“

”تم آخر ہو کیا بلا۔!“

”میرے باپ کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔!“ عمران نے مغموں لہجے میں کہا۔

پھر وہ سب خاموشی سے ایک ایک کی شکل تکتے رہے تھے۔!

﴿ختم شد﴾